اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۴۳۵ / ۳۴۱ / ۳۴۰
کوڈ نمبر ۵۲۳۱۷

جلد نمبر: ۲۴
شمارہ: ۸
شوال و ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ
مئی ۱۹۸۹ء

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر:
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
معاون مدیر: مولانا عبدالقیوم حقانی
ناظم: شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

بدل اشتراک: پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے - فی پرچہ ۵ روپے - بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ - بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علماء کرام اور فضلاء مدارس
مستقبل کی ذمہ داریاں اور فرائض

دار العلوم کے تعلیمی سال کی اختتامی تقریب ختم بخاری شریف منعقدہ ۲۳ رجب ۱۴۰۹ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۸۹ء دار العلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطاب، جس میں علماء و فضلاء مدارس عربیہ کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی گئی۔ شوال المکرم تعلیمی سال کا آغاز ہوتا ہے، اس مناسبت سے اس تقریر کو نقش آغاز میں شامل کر رہے ہیں۔ تقریب میں عالم عرب کے جید اور ممتاز علماء علامہ شیخ محمد محمود صواف اور علامہ شیخ عبدالمجید زندانی ارکان رابطہ عالم اسلامی سعودی عرب بھی موجود تھے۔ (ادارہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امراء سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا کما سمعھا۔ او کما قال

حضرات اساتذہ کرام، علماء کرام، عزیز طلبہ اور بالخصوص دورۂ حدیث کے طلبہ! جو آج ہم سے جدا ہونے والے ہیں اور ایک عظیم ذمہ داری ان کے سپرد کی جانے والی ہے۔ ایک طرف تو خوشی اور مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام فتنوں، مصائب، دنیوی زیب و زینت، اور عیش پرستیوں اور دنیوی علوم اور مسائل سے کاٹ کر اپنے دین کے علوم کی تحصیل کے لیے منتخب فرمایا، لیکن دوسری طرف فکر ہے اس عظیم ذمہ داری کی فکر، جس کا احساس انسان کو ریزہ ریزہ کر سکتا ہے۔ آج وہ بڑا بوجھ آپ پر ڈال دیا گیا ہے جس کا حق کبھی ادا نہیں کیا جا سکتا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الآیۃ)	بے شک ہم نے وہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے گھبرا گئے جبکہ انسان نے اسے اٹھا لیا۔

آج کے دور میں اس ذمہ داری کے اصل کامل حاملین آپ دینی علوم کے حامل لوگ ہیں کہ آپ نے یہ ذمہ داری اٹھالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امانت انسانوں پر پیش کی تو کسی نے کہا ہم انگریزی پڑھیں گے، کسی نے کہا سائنس پڑھیں گے، کسی نے کہا جج بنیں گے، کوئی دوکاندار اور کوئی کارخانے دار بننا چاہتا ہے لیکن آپ نے چاہا کہ ہم دین کے طالبعلم بن کر یہ امانت اٹھائیں گے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے آپ کو منتخب فرمایا اور گویا تم ہی نے وہ امانتِ الٰہی قبول کر لی۔

محاذِ جنگ میں آپ کا پہلا قدم | آج اساتذہ نے تمہیں حدیث کی اجازت تو دے دی، لیکن یہ پھولوں کی مالا نہیں بلکہ کانٹوں کی سیج ہے ۔

مکتبِ عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور
اُس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

تو جس نے عشق و محبت کی ذمہ داری سنبھالی اُس کی کبھی چھٹی نہیں۔ تم لوگوں نے بھی یہ امانت اٹھائی ہے تو انشاء اللہ اسے سنبھالنا ہوگا۔

میرے بھائیو! دارالعلوم حقانیہ کے طلباء اور فضلاء کا اپنی مادرِ علمی کے ساتھ والہانہ تعلق اور محبت و خدمت کے عجیب دور گذرے ہیں۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ زندہ تھے اور بخاری شریف کا ختم ہوتا تھا تو ماتم کا ساسماں ہوتا تھا، فضلاء اور علماء کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں، چیخیں سنائی دیتی تھیں، طلبہ رویا کرتے تھے کہ ہماری آزادی اور بے فکری کا زمانہ گذر گیا جب ہم سے کسی چیز کی باز پرس نہیں ہوتی تھی، اب تو ہم سے ڈیوٹی کا مطالبہ ہوگا۔

تو عزیز طلبہ! آج آپ دارالعلوم سے باہر نکل کر گویا محاذِ جنگ میں جارہے ہیں، آپ اسلامی عساکر میں سے ایک عسکر ہیں، جسے محاذ اور مورچہ سنبھالنا ہے۔ یہاں آپ تربیت کے لیے آئے تھے اب آپ شدید اور عظیم امتحان کے لیے جارہے ہیں۔ جہادِ افغانستان کا ایک مجاہد جس میدانِ کارزار میں جاتا ہے اُس سے سخت ترین میدانِ جنگ میں داخل ہو رہے ہو، وہاں ایک گورباچوف روسی سے واسطہ ہے یہاں ساری دنیا تمہارے سامنے آئے گی، تم سینکڑوں مورچوں میں گھرے ہوئے ہو۔ یہاں باہر روسی کمیونسٹ، سوشلسٹ، قادیانی، منکرین حدیث، مغرب زدہ اباحیین، ملک کا دینی تشخص ختم کرنے والے، گستاخانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دین کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے سب موجود ہیں، ہزاروں لوگ مورچوں میں تیر کمانوں پر چڑھائے ہوئے سوچتے ہیں کہ دارالعلوم کا طالبعلم فارغ ہو کر آئے گا اُس کے ساتھ کیسے نمٹیں گے۔ فارغ ہو کر اب ایسی سخت حالت تم پر آنے والی ہے، یہ خوشی کا موقع نہیں احساسِ ذمہ داری کا وقت ہے ۔ اسی لیے تو حساس فضلاء روتے تھے اور آج بھی ایسوں کی آنکھیں پُرنم ہیں۔

دارالعلوم جو روحانی مادرِ علمی ہے، سے جدائی کا احساس ہوتا تھا، ایک جنون کی سی کیفیت ہوتی تھی، طلبۂ دارالعلوم کی دیواروں سے لپٹ لپٹ کر روتے تھے، درختوں سے لپٹ کر روتے تھے، اساتذہ کے چہروں کو تکتے جاتے تھے اور دھاڑیں مارتے جاتے تھے، وہ محبت اور خلوص کا زمانہ تھا، وہ روحانی کیفیتوں کا زمانہ تھا۔ خدا تعالیٰ سب کو ایمانی اور روحانی دولتوں اور سچی اطاعت اور وفا کی دولتوں سے مالا مال فرما دے۔

دارالعلوم کی برکتیں ساتھ ہیں بہرحال دارالعلوم پھر بھی دارالعلوم ہے، آج انشاء اللہ تمہیں احساس ہوگا، بانیٔ دارالعلوم حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اور اساتذہ کی توجہات اور فیوضات انشاء اللہ جاری و ساری رہیں گی۔ آج پہلی بار ہم محسوس کر رہے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے ختم میں موجود نہیں، حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے پُر انوار چہرہ سے چالیس بیالیس سال تک اس مسندِ حدیث پر علماء، فضلاء اور مشتاقین و مخلصین مستفید ہوتے رہے، اور آج ہم اس سعادت سے محروم ہیں، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم اور دوسرے اکابر اساتذہ نے یہ خلا پُر کر دی ہے اور انشاء اللہ العزیز حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا یہ باغ (دارالعلوم) قیامت تک یونہی قائم و دائم اور سرسبز و شاداب رہے گا، ان اساتذہ کی بہت سی برکات ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں محروم نہیں کرے گا۔

دُنیوی مشاغل اور سرکاری نوکریوں میں نہ کھونا اب جب آپ یہاں سے جائیں تو یہ فیصلہ کر کے جائیں کہ ہم نے خود کو دین کے لیے وقف کر دیا ہے۔ دُنیا فتنوں سے پُر ہے، پریشانیاں ہیں، آزمائشیں ہیں۔ یہ فکر کہ کیا کھائیں گے، کیا پیو گے، معاش کا کیا بنے گا؟ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ سکولوں اور کالجوں کی زینت بن جاؤ! ایسا نہ کریں، بلکہ جاتے ہی طے کر لو کہ میں دین کے لیے وقف ہو چکا ہوں۔ سرکاری نوکریوں سے اپنے آپ کو بے نیاز رکھنا، سرکاری مساجد اور سرکاری سکولوں کی ملازمت سے احتراز کرنا۔ آپ اللہ کے سپاہی ہیں، اگر آپ بھی یہی کہیں گے کہ کیا کھائیں اور کیا پئیں گے، تو پھر تو تمہارے تحصیلِ علم کے چودہ سال دریا بُرد ہو گئے۔ حیوانات اور پرند و چرند بھی یہ نہیں پوچھتے کہ کیا کھائیں گے! ان کا کتنا مضبوط عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دے گا۔ خداوند تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ کبھی ابتلاءات اور آزمائشیں لاتے ہیں، لیکن آپ عزم کر لیں کہ پندرہ سو اور دو ہزار کے عوض غفلت و نسیان اور بدعملی اور بھول جانے کی خاطر ہم نے علم حاصل نہیں کیا ہے۔

تدریس کی اہمیت آنے والے ابتلاءات کے لیے چوکنے رہیں۔ آزمائشیں ہوں گی، چند دن عُسرت بھی ہو گی، لیکن آپ دین کے کام اور دین کی خدمت میں خود کو پابند کر لیں، جہاد اور دعوت الی اللہ میں لگے رہیں۔ یہ نہ سوچنا کہ تدریس تو کروں گا تنخواہ کتنی ملے گی۔ تنخواہ نہ بھی ملے تو بھی تدریس کرتے رہیں، کوئی بلائے تو کہہ دیں کہ مُفت میں بھی ہم تدریس کریں گے۔ سال دو سال گذار دینا، آزمائے بغیر آسمان سے رحمتیں یکدم نہیں آتیں۔

بس تھوڑا سا امتحان ہوگا، بلکہ اگر گنجائش ہو تو یہ کہہ دو کہ میں خود پانچسو روپے دوں گا لیکن مجھے مدرس رکھ لینا تنخواہ نہ بھی اپنی طرف سے دیں۔

علمی پختگی کے لیے حضرت شیخ الحدیثؒ کو آئیڈیل بنالو

ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم دیوبند سے تشریف لائے تو ہمارے دادا مرحوم طلبہ کو بڑی محنت کر کے اکٹھے بٹھاتے، جیب سے رقم دیتے تھے، روٹی سب کو گھر سے کھلاتے تھے، سات آٹھ سال تک حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ مسجد قدیم میں درس دیتے رہے اور تمام اخراجات دادا مرحوم گھر سے پورا کرتے تھے تاکہ تدریس کا کام چل پڑے ــــ لیکن آج کے سادہ فارغ التحصیل حضرات کہہ دیتے ہیں کہ اتنی تنخواہ تو فلاں کی ہے اتنی فلاں کی۔ خدا کے بندے ابھی تک تو تم طالبعلم ہو، حصولِ علم کا وقت تو ابھی شروع ہوا ہے، اپنے کو علامہ نہ سمجھنا، آج تک آپ طالبعلم کی شکل میں رہے آج تو مدرس کی شکل میں حقیقی طور پر سیکھنا ہے ــــ ابتدائی چند سال تک تو میری نصیحت یہی ہے کہ دوسرے چکروں میں نہ پھنسیں، ایک دو سال تک تدریس میں محو ہو جائیں، اسی کے لیے خود کو وقف کر دیں، سیاست بازی، جتھے بندی اور لایعنی امور سب چھوڑ دیں۔ سیاست بھی خدمتِ دین ہے لیکن ہمیں مدرسین کی سخت ضرورت ہے، بہت قحط الرجال کا زمانہ ہے اگر تم سکولوں، اماموں اور سیاست کے گردابوں میں پھنس گئے تو یہ علم جو حاصل کر چکے ہو یہ بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ علم نہیں یہ تو سلیٹ پر کچا سا نقش ہے، معمولی سی ہوا آئی اور یہ اڑ گیا۔

بس اپنے آپ پر یہ لازم کر لو کہ میں نے تدریس شروع کرنی ہے چاہے مسجد میں ہو، چاہے چھوٹے مدرسے میں ہو، شہرتوں کی تلاش میں نہ پھریں، شہرت کے لیے بڑی مدت چاہیئے جو مطلوب و محمود بھی نہیں۔ یہ بھروسہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روزی دے گا۔ پکا فیصلہ کر لو کہ اے اللہ! تیرے دین کی اشاعت اور ترویج میں تذبذب نہیں کریں گے، نہ ڈریں گے نہ بکیں گے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے بڑے بڑے جرنیلوں بادشاہوں اور سرداروں کے سامنے بھی کلمۂ حق کہنے سے گریز نہیں کریں گے۔

"حکمت" سے کام لو

لیکن جیسا کہ حضرت مفتی صاحب (مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ) نے فرمایا "حکمتِ عملی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا"۔ ہیرو بننے کی کوشش نہ کرنا، اگر کسی دوسرے عالم کی کہیں پذیرائی اور اثر و رسوخ ہے اور تم ایک معمولی سی حیثیت کے ساتھ کسی نئے فتویٰ کا دھماکہ کر دو تو وہ شخص فوراً لاٹھی لے کر تمہیں بھگا دے گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تو حقانیہ کا فاضل ہوں۔ لوگ اُس کے پہلے سے معتقد ہوں گے، اُس کا اپنا حلقۂ اثر ہوگا۔ بلکہ حکمتِ عملی، سیاست اور تدبر سے کام لینا ہر جگہ لاٹھی لے کر نہ جانا کہ اس گاؤں میں یہ بدعت کیوں ہوتی ہے، یہ تو حرام ہے، یہ بدعت اور وہ قضائے عمری کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کہیں گے جناب! تم کون ہو، آج آئے ہو

"یہ بوڑھے بوڑھے علماء جو ہیں کیا علم ان کے پاس نہ تھا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ لاٹھی لے کر تمہیں بھگا دیں گے۔
یہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بدعات زبردست انقلاب، محنت، حکمتِ عملی اور صبر و تحمل کے ساتھ ختم کردیں۔ یہاں رواجات ہوتے تھے، بدعتیں بھی تھیں، جہالت کا علاقہ تھا لیکن حضرتؒ کی بھی عجیب سی حکمتِ عملی تھی۔ حضرتؒ کی موجودگی میں جب دیوبند سے آئے تو یہاں پر پہلی قضائے عمری کا دن آیا۔ اس وقت اس گاؤں میں یہ پیر وغیرہ سب کچھ کیا کرتے تھے، علاقے پر اُن کا اثر تھا۔ مجھے والدہ مرحومہ نے کہا کہ والد مرحوم جمعرات کے دن ہی ضروری کام کے بہانے پشاور چلے گئے، جمعہ تھا قضائے عمری کا ـــــ اگر قضائے عمری کی رسم کرواتے تو مسلک اور مشن کے خلاف تھا اور بدعت کے روادار نہیں تھے ـــــ اور اگر پہلے دن ہی لاٹھی اٹھا کر حرمت کا حکم لگاتے تو لوگ کہتے کہ یہ کیسے شخص سے واسطہ پڑا ہے آج آیا ہے اور مجتہد بن گیا ہے ـــــ اس طرح وہ سال قضائے عمری ادا کیے بغیر گذرا تو لوگوں کی نظروں میں اس کی اہمیت کم ہوگئی کہ حضرتؒ نے نہیں پڑھی۔ اور حضرتؒ نے بڑے تدبر کے ساتھ آخر کار یہ رسم ختم کردی، کہ جب لوگوں کے قلوب پر چھاگئے تو جو کہتے لوگ اسی پر کاربند ہوتے ـــــ ہم بدعت کے ساتھ مفاہمت نہیں کرتے، بدعت کو بدعت اور کفر کو کفر کہتے ہیں، لیکن حزم و احتیاط سے ان کے ساتھ نمٹنا چاہتے ہیں کہ صحیح قلع قمع ہوجائے نہ کہ خود عالم کا آتے ہی قلع قمع ہو۔

پیوستہ رہ شجر سے ..... بھائیو! ہمارے لیے یہ سال اس لحاظ سے عام الحزن ہے کہ دارالعلوم کے بانی و مربّی اور سرپرست ہم سے جدا ہوگئے، آج وہ ہم میں موجود نہیں لیکن ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسباق میں کوئی حرج نہیں آیا، اور گذشتہ چند سالوں کی نسبت زیادہ امن و عافیت اور محبت و مودّت سے طلبہ نے اسباق پڑھے ـــــ بدقسمتی سے میں اپنے طالبعلم بھائیوں کے ساتھ زیادہ بیٹھ نہ سکا، کچھ مسائل تھے، جماعتی مصروفیات، دفتر کی ذمہ داریاں اور دوسرے حالات رکاوٹ بن گئے تھے۔ آپ سے انتہائی التجا ہے کہ دارالعلوم آپ کی مادرِ علمی ہے، روحانی ماں ہے، روحانی باپ ہے۔ دارالعلوم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تاسیس میں طلبہ شریک تھے اور طلبہ کو اس کے ساتھ ماں باپ سے بھی زیادہ اور والہانہ محبت تھی۔ تو آپ بھی دارالعلوم سے اپنی محبت قائم رکھیں۔ اپنا تعلق، اپنا رشتہ، اس کے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ قائم رکھیں۔ بڑی بدقسمتی ہے کہ انسان اپنے روحانی ماں باپ سے لاپرواہ ہوکر تعلق کاٹ دے۔
کبھی کبھی اختلافات وقتی حالات پر مبنی ہوتے ہیں، آج ایک چیز حق دکھائی دے گی کل باطل، آج ایک رائے ہوگی تو کل دوسری۔ آج حق تک اس لیے نہیں پہنچو گے کہ کسی معاملے کا صرف ایک پہلو نظر آئے گا تو کل دوسرا رُخ بھی نظر آجائے گا تو رائے بدل جائے گی۔ اگر ایسے وقتی مسائل پر اختلافِ رائے پیدا بھی ہوجائے لیکن

روحانی تعلق اور محبت و ادب کا رشتہ دارالعلوم سے نہ کاٹیں ورنہ یہ آپ کی دُنیا و آخرت کی تباہی ہوگی۔ آپ کے ایک بھائی کے ناطے سے کہتا ہوں کہ واللہ یہ عقوق ہے عقوق، اور باطن کا عقوق ناقابلِ معافی جرم ہے۔ روحانی والدین اور روحانی مرکز سے عقوق دنیا و آخرت کی تباہی ہے۔ خدانخواستہ اگر کوئی بیٹا اپنے والدین سے عاق ہو، محبت کٹ جائے، کیا اس کے لیے نجات کی کوئی راہ ہے؟ دارالعلوم کے اساتذہ کے ساتھ ہر حالت میں اپنی محبت اور تعظیم و احترام کا رشتہ اور اپنا تعلق قائم و رکھنا تاکہ دنیا کو کبھی یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ یہ کس لحاظ سے حقانیہ کا فرزند ہے کہ حقانیہ کا ایک راستہ ہے اور یہ دوسرے راستے پر جارہا ہے۔

میرے بھائیو! ہم کماحقہٗ آپ کی خدمت نہ کرسکے۔ ہم پریشانیوں اور ذمہ داریوں میں بتلا ہیں مگر آپ سے یہی توقع ہے کہ کوتاہی سے صرفِ نظر کریں گے اور دارالعلوم کے اساتذہ کے لیے، میرے لیے، مولانا انوارالحق صاحب کے لیے اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خاندان کے لیے دُعا بھی کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب سے دین کی خدمت کا کام لے اور دارالعلوم کے گلستان کو قائم و دائم رکھے۔ یہ اسلام کا مرکز ہے، یہ ایک پھل دار درخت کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر میدان میں ہم سے خدمت لیتا رہے۔ آمین۔

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز شب و روز روتے رہتے کہ اے اللہ! دارالعلوم کے فضلاء محروم نہ رہیں، ان کے رزق اور معاش کے سلسلے میں ان کی کارسازی فرما اور ان کو ہر مقام پر سربلند رکھنا۔ تمام زندگی وہ اللہ سے ان کے لیے روتے رہے۔ پرانے فضلاء ہوں، نئے ہوں یا مستقبل میں ہونے والے فضلاء ہوں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سب کے لیے دعا مانگتے رہتے تھے۔

فضلاء دارالعلوم کی پذیرائی اس کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ظاہر ہُوا کہ آج آپ دیکھیں گے کہ دارالعلوم کا فاضل جہاں بھی گیا سب پر اس کا مقام بلند رہا۔ سیاست کا میدان ہو، جہاد کا میدان ہو، تقریر، تدریس، اصلاحِ معاشرہ، خطابت، تنظیم غرض جو بھی میدان ہو ہر جگہ حقانیہ کے فضلاء سورج کی طرح روشن و سربلند ہیں یہ حقانیہ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔ جہادِ افغانستان کے میدان پر نظر ڈالو کہ مجاہدین سے اللہ تعالیٰ کتنا بڑا کام لیتا ہے۔ ہمارے ہزاروں علماء اس جہاد میں شریک ہوئے اور بیشمار شہید بھی ہوئے، ان کی ہر فتح حقانیہ کی فتح ہے۔

پچھلے دنوں مجاہدین میں کچھ اختلاف پیدا ہُوا تھا۔ روس، چین وغیرہ سب ان کے اتحاد کو بگاڑنا چاہتے تھے، بڑی بڑی سازشیں ہوئیں۔ پاکستان کی موجودہ حکومت بھی امریکہ کے اشارے پر بھی کوشش

کرتی رہی کہ وہ متحد نہ ہوں۔ ہم پریشان تھے کہ اے اللہ! کتنی بڑی قربانیاں، کامیابیاں اور کوششیں ضائع ہو رہی ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حقانیہ کو ایک اعزاز بخشا، اور جب انہوں نے ایک کیبنٹ بنایا تو ہمارے مولانا جلال الدین حقانی کو اس کا امیر بنایا جو ہمارے حقانیہ کا ایک نمایاں فرزند ہے۔ وہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ الحمد للہ جہاد کے میدان میں اپنی عظیم قربانیوں کی بدولت ساتوں مجاہد لیڈران کا بڑا احترام کرتے ہیں اور سب پر ان کا اثر ہے۔ افغان لیڈروں کے عبوری حکومت پر متفق ہونے کے مسئلہ میں بھی حقانی صاحب نے اساسی کردار ادا کیا اور تمام مجاہد لیڈروں نے بڑی محبت سے وہ فیصلے مان لیے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حقانیہ ہر جگہ تمہیں نمایاں کرے گا، لیکن جب تم حقیر دنیا اور ایک معمولی سکول کی مدرسی کے پیچھے پڑ جاؤ گے تو خدمت کے مواقع کھو بیٹھو گے ــــ پچھلے سال ہمارا ایک جید ترین فاضل تھا، محنتی تھا، مجھ سے بڑی محبت تھی، لیکن وہ سکول کی ماسٹری کے طوفان کی نذر ہو گیا۔ میں نے کہا بڑے بدقسمت ہو اللہ تعالیٰ نے اتنی صلاحیتیں دی ہیں تو سکول میں جانے کی کیا ضرورت تھی؟ معمولی تنخواہ پر گذارہ کر لیتے پھر اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ فراخی لے آتا۔ ہمارے مجاہدین کو دیکھو، انہوں نے کتنی تکلیفیں جھیلیں، پتھروں اور ڈنڈوں کے ذریعے لڑتے رہے، لیکن آج روس اور امریکہ کے خزانوں کی غنیمتیں امڈتی آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ مدت بعد فراخی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

ایک بار پھر گذارش ہے کہ دارالعلوم کے ساتھ محبت و تعلق قائم رکھیں اور اپنے آپ کو افغانستان کے جہاد سے بھی وابستہ رکھیں۔ میں نے آپ کا بہت قیمتی وقت لیا۔ میں آپ کا، سارے مہمانوں کا اور اپنے افغان مجاہدین بھائیوں استاد یاسر صاحب، مولانا محمد شاہ فضلی صاحب، مولانا صدیقی صاحب اور دوسرے احباب کا شکر گذار ہوں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

وفیات

مولانا تاج الدین بسمل کی شہادت | جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے نائب امیر حضرت مولانا تاج الدین بسمل ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ان کے گھر واقع پڈعیدن نواب شاہ، سندھ میں حد درجہ بے رحمی اور بہیمیت سے شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

مرحوم جید عالم، علاقہ بھر کے موقر و محبوب رہنما، دینی و علمی اور سیاسی و سماجی شخصیت، جامعہ معارف القرآن

کے بانی و مہتمم اور ہفت روزہ "تعمیرِ قوم" کے مالک و مدیر تھے۔ جرأت و شجاعت اور حق گوئی کے پیکر، اعلائے کلمۃ الحق، نفاذِ شریعت اور تحفظِ ختمِ نبوت کے عظیم راہنما، ملک کی اہم قومی و ملی تحریکوں میں قائدانہ کردار اور اب قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی تحریکِ انقلاب اسلامی کے پُرجوش حامی اور انقلابی کارکن تھے۔ اور اس سلسلہ میں بار ہا قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا، اور فقط اسی جرم کی پاداش میں ظالم قوتوں سے اور فیاضِ ازل کی طرف مقبول مساعی اور صالح جذبات کے انعام میں خلعتِ خونِ شہادت سے سرفراز کر دیئے گئے ؎

خونِ نہ کردہ ایم کسے نہ کشتہ ایم
جُرمم ہمیں کہ عاشقِ روئے تو گشتہ ایم

جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلسِ عاملہ کے حالیہ اجلاسِ اسلام آباد میں مرحوم کے بہیمانہ قتل کو ایک وحشیانہ گھناؤنا اور پہلے سے سوچی سمجھی سکیم کے ساتھ اس وحشت و بربریت اور ظالمانہ اقدام کی بھرپور مذمت کی گئی۔

مولانا بسمل مرحوم کی شہادت جمعیۃ کے کارکنوں اور دینی حلقوں کے لیے باعثِ اضطراب اور قومی و سیاسی حلقوں کے لیے خطرہ کا سگنل ہے۔ ایک دینی راہنما، قوم کے بے لوث خادم اور محبِ وطن عالمِ دین کا یہ قتل کسی عظیم، بھیانک اور خطرناک منصوبہ کا آغاز ہو سکتا ہے۔ خدا کرے کہ اربابِ اختیار اور سیاسی و قومی قوتیں مولانا مرحوم کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے اور اس انداز کے مستقبل کے خطرناک سیلاب کو روکنے میں مؤثر کردار بھی ادا کر سکیں۔

ادارہ "الحق" مرحوم کے ورثاء، علمی و روحانی ابناء اور جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ کرب و الم میں برابر کا شریک ہے۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اپنی رحمتوں سے نوازے اور مرحوم کے مشن کو تا قیامت جاری اور تابندہ رکھے۔ آمین

مولانا مفتی احمد سعید کی رحلت | گذشتہ ہفتہ بزرگ عالم دین حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھوی بھی طویل علالت کے بعد راہیِ ملکِ عدم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین تھے۔ جید اور محقق عالم دین تھے، ان کی ساری زندگی درس و تدریس، مدرسہ اور طلبہ اور علمی و دینی خدمات میں گذری۔ جب تک زندہ رہے علمِ دین سے وابستہ رہے مرحوم کے تلامذہ اور عظیم علمی و دینی خدمات ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، اپنے شایانِ شان انہیں فضل و مغفرت سے نوازے۔ آمین

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

ارادۂ الٰہی

اور

اسبابِ مادّی

مادی اسباب کے سلسلے میں انبیاءؑ اور ان کے مخالفین کا فرق | قرآن کا — جو واحد کتاب ہے جس نے انبیاءؑ کی تاریخ، ان کے حالاتِ زندگی اور پیغمبرانہ خبروں کو محفوظ رکھا ہے۔ پڑھنے والا تسلسل اور وضاحت کے ساتھ یہ دیکھے گا کہ انبیاء کی بعثت ہمیشہ بڑے تاریک و مخالف ماحول میں ہوتی ہے۔ مادی لحاظ سے بھی وہ کمزور اور بے سروسامان تھے اور ملک و مال، دوست اور ساتھی اور دوسرے وہ تمام مادی اسباب جن پر انسانوں کو ناز ہوتا ہے ان کے مخالفین کے پاس تھے اور ان کے ماتحت تھے۔ انبیاء کا سرمایہ وہ مضبوط ایمان ہوتا ہے جس تک شک کی رسائی بھی نہیں، اخلاص، کامل ہوتا ہے جس میں طمع و نفاق کی ذرا بھی آمیزش نہیں ہوتی۔ اللہ پر بھروسہ، اس کی طرف رجوع، اس کی چوکھٹ پر افتادگی۔ عمل صالح۔ تقویٰ، حسن سیرت، اخلاق فاضلہ ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر (مذکورہ صفات کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے) وہ صحیح ایمانی دعوت ہوتی ہے۔ جس کی کامیابی کی ضمانت خود خدا نے دی ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (پ۲۴ مومن آیت ۵۱)	ہم اپنے پیغمبروں اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی اور اس دن جب گواہ کھڑے ہوں گے ضرور مدد کریں گے۔
کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ (پ۲۸ مجادلہ آیت ۲۱)	اللہ نے طے کر رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے۔ اللہ یقیناً قوی اور غالب ہے۔
وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (پ۲۳ الصّٰفّٰت آیت ۱۷۱تا۱۷۳)	ہماری بات طے ہو چکی ہے اپنے بندوں اور رسولوں کے لئے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہماری فوج ہی غالب رہے گی۔

متعین و مقصود موضوع | قرآن کے پڑھنے والے کے سامنے یہ بھی آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے جو

قصے۔ ان کی دعوت کی خبریں اور اس سلسلے میں پیش آنے والے مقابلوں جنگوں، سازشوں اور قوم کی متفقہ دشمنی اور متحدہ محاذ آرائی کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ اور اس خطرناک لڑائی کا جو نتیجہ بیان کیا ہے وہ ہمیشہ ایک نہتے مرد فقیر اور ایک سرمایہ دار اور ذی اثر قوم کے درمیان یا کسی جابر بادشاہ سے ہوئی اور نبوی دعوت اور اس کے علمبردار اپنے فقر و کمزوری کے باوجود کامیاب اور ذی اثر سرمایہ دار اور جابر بادشاہ اپنی قوت و سطوت کے باوصف ہمیشہ ناکام رہے یا اس دعوت کو ماننے پر مجبور ہو گئے۔

وہ ایک مقصود و مطلوب چیز ہے۔ یہ ایک مشترک حقیقت محض ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ ایک دائمی سنّت الٰہی اور ایک طے شدہ بات ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی قدرت کاملہ اچانک حادثات اور بخت اور اتفاق سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی جو نادانوں اور بے عملوں کی منطق اور تسکین کا سامان ہے۔

اور یہ واقعات بار بار دہرائے گئے ہیں ان کے ذریعہ اس قدرت کاملہ پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے جس نے اسباب کو پیدا کیا اور جو اسباب کی مالک، ان میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے والی اور انہیں مؤثر یا غیر مؤثر کر دینے والی ہے۔ اور وہ قدرت — جیسا کہ ہم نے سابقہ خطبہ میں کہا کہ اسباب کو پیدا کر کے خود معطل اور کمزور نہیں ہوتی اور اپنے ارادے سے اسے دوسروں کو دینے کے بعد خود اس سے محروم نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ تخلیق و ایجاد اور غلبہ و کامرانی کے لئے ان اسباب کی محتاج ہی ہے۔

یہ واقعات حق کی قوت، اس کے باقی رہنے کی صلاحیت اور باطل کی کمزوری اور اس کی سست بنیادی پر دال ہیں اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔

قل جآء الحق وما یبدئُ الباطل وما یعید۔ (پ ٢٢ سبا آیت ٤٩)	آپ کہہ دیجئے حق آ گیا اور باطل نہ اب شروع ہوگا نہ اس کی بازگشت ہوگی۔
بل نقذفُ بالحقِ علیَ الباطلِ فیدمغہ فاذا ھو زاھقٌ ط ولکم الویلُ مما تصفون ٥ (پ ١٧۔ انبیاء آیت ١٨)	بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں اور وہ اس کی سرکوبی کرتا ہے اور پھر وہ مٹ جاتا ہے اور تمہارے لئے اس میں جو تم کہتے ہو ہلاکت ہے۔
فامّا الزبدُ فیذھبُ جُفاءً ج و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض ط کذالک یضرب اللّٰہ الامثال۔ (پ ١٣۔ رعد آیت ١٨)	جھاگ یونہی ختم ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو نفع دیتا ہے۔ وہ زمین پر باقی رہتا ہے۔ اس طرح اللہ مثالیں دیتا ہے۔

تجربہ اور اللہ کی رحمت کی ترغیب

اس طرح کے قرآنی قصے اللہ اور اس کی مدد پر توکل کی (زمانہ کے تمام اختلافات کے باوجود) دعوت دیتے ہیں اور تمام ناسازگار و مخالف فضا اور حالات میں بھی دعوت، حسن سیرت اور عمل صالح پر اعتماد بحال کر دیتے ہیں۔ خدائی نصرت کے معجزانہ کارنامے، اور قدرت الٰہیہ کے عجائبات کے تذکرے قرآن میں بہ تکرار آتے رہتے ہیں جب قرآن کسی نبی کی خدائی مدد، فتح مبین، قبولیت دعا اور دشمن پر غلبہ کا ذکر کرتا ہے تو وہیں اس نبی کے ماننے والوں اور اس کی دعوت کے حمائیتیوں کو اس تجربہ کی دعوت بھی دیتا اور انہیں رحمت الٰہی سے پر امید کر دیتا ہے۔ جیسے حضرت ایوبؑ نبی پر خدا کے عطیے کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا۔

رحمۃً من عندنا و ذکری للعابدین
(پ ۱۷۔ انبیاء آیت ۸۴)

یہ ہماری رحمت سے ہوا اور عبادت گذاروں کے لئے تنبیہ ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا۔

فَاستجبنا لہ و نجیناہ من الغمّ ط وکذالک ننجی المومنین
(پ ۱۷۔ انبیاء آیت ۸۸)

ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور ہم ایسے ہی مومنین کو نجات دیتے ہیں

سلامٌ علیٰ موسیٰ و ھارون انّا کذالک نجزی المحسنین۔

موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلامتی ہو ہم اسی طرح نیکوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

سلامٌ علیٰ اِلیاسین انّا کذالک نجزی المحسنین
پ ۲۳ الصفٰت رکوع ۸ آیت ۱۲۰/۱۳۱

الیاس پر سلام ہو ہم اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔

قصہ لوط کے ذکر کے بعد فرمایا گیا۔

نعمۃً من عندنا کذالک نجزی من شکر (پ ۲۷۔ القمر۔ آیت ۳۵)

یہ بطور ہماری نعمت کے ہوا، جو شکر کرتا ہے اسے ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

اس لئے قرآن کے بڑے حصے پر مشتمل یہ قصے، یا تاریخی کہانیاں نہیں بلکہ وہ ذکر و موعظت، ترغیب، دعوت و ارشاد، رہنمائی اور تقویت و تشجیع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لقد کان فی قصصھم عبرۃٌ لاولی الباب ط ما کان حدیثاً یُفتریٰ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے سامان عبرت ہے۔ یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ اپنے سے پہلے واقعہ کی تصدیق۔ ہر چیز کی تفصیل اور

وَ تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ۝
(پ ۱۳ سورہ یوسف رکوع آیت ۱۱۱)

ایمان لانے والی قوم کے لئے ہدایت و رحمت ہے

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝
(پ ۱۳ - سورہ ہود رکوع ۱۰ - آیت ۱۲۰)

اور ہم انبیاء کی تمام خبریں آپ کو دیتے ہیں اور آپ کے پاس اس بارے میں حق آچکا جو نصیحت اور مومنین کے لئے یاد کرنے کی چیز ہے۔

تمام انبیاء کے ساتھ اللہ کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ تمام انبیاء کے ساتھ رہا ہے۔ مثلاً حضرت نوحؑ کی قوم نے جب ان سے کہا
اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ۔ (پ ۱۹ سورۃ الشعراء رکوع ۱۰ - آیت ۱۱۱)
ترجمہ:- کیا ہم تم پر ایمان لائیں حالاں کہ ذلیل لوگ تمہاری پیروی کرتے ہیں
حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے عجز کے ساتھ اپنے ضعف کی شکایت کی۔
اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝
میں شکست کھا رہا ہوں میری مدد کر۔
اور حضرت لوطؑ نے قوم سے کہا۔

لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝ (پ ۱۲ سورہ ہود آیت ۸۰)

کاش تمہارے مقابلے کی مجھے طاقت ہوتی یا کسی مضبوط چیز کا سہارا لیتا۔

اور حضرت شعیبؑ کی قوم نے ان سے کہا۔
مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ - (پ ۱۲ سورہ ہود رکوع ۸ آیت ۹۱)

جو تم کہتے ہو اس کا بیشتر حصہ ہم نہیں سمجھ پاتے اور ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور پاتے ہیں اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے۔ اور تم ہم پر غالب آنے والے نہیں۔

اور فرعون اپنے اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں صراحت اور بے شرمی کے ساتھ کہتا ہے۔

وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ

اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کیا اور کہا اے قوم کیا میرے پاس مصر کی سلطنت نہیں ؟ اور

تجری من تحتی افلا تبصرون ٥ — یہ نہریں میرے قدموں کے نیچے بہہ رہی ہیں، کیا

اَم انا خیرٌ مّن ھٰذا الذی — تم غور نہیں کرتے؟ کیا میں اس سے بہتر نہیں

ھُو مھینٌ وّلا یکادُ یبینُ — جو ذلیل ہے، اور بولنے پر بھی قادر نہیں اور

فلولآ اُلقی علیہ اسورۃٌ — اگر وہ سچا ہے تو اس کے پاس سونے کے کنگن

من ذھب او جآء معہُ الملائکۃُ — کیوں نہیں آئے یا اس کے ساتھ فرشتے کیوں

مقترنین ٥ (پ۲۵ سورہ الزخرف رکوع ۱۱ آیت ۵۱) — نہیں آئے۔

انبیا جن قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے وہ بڑی قوت و قدرت والی بڑے ساز و سامان کی مالک اور بڑی خوشحال قومیں تھیں۔ حضرت ہودؑ کا قول اپنی امت کے بارے میں گذر چکا۔

وَاتقوا الّذیٓ امدّکم بما — ڈرو اس سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم

تعلمون ٥ امدّکم بانعامٍ وّبنینٌ — جانتے ہو، تمہیں جانور دئے، اولادیں، باغ

وجنّاتٍ وّ عیونٍ (پ۱۹ شعراء آیت ۱۳۲) — دئے اور چشمے۔

اور حضرت صالحؑ نے اپنی امت سے اس طرح فرمایا:

فاتقوا اللہ و اطیعُون ٥ وَمآ اسئلکم — تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس کا

علیہ مِنْ اجرٍ ان اجریَ الّا — تم سے بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ (خدا) رب العالمین

علیٰ ربّ العالمین ٥ اَتُترکون فیما — کے ذمہ ہے جو چیزیں (تمہیں یہاں میسر) ہیں ان

ھٰھُنآ اٰمنین ٥ فی جنّاتٍ وّ عیونٍ — میں تم بے خوف چھوڑ دئے جاؤ گے؟ یعنی باغ اور

وزروعٍ وّ نخلٍ طلعُھا ھضیمٌ — چشمے اور کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے

و تنحتون من الجبال بیوتًا فارھینٌ — لطیف و نازک ہوتے ہیں اور تکلف سے پہاڑوں

پ۱۹ رکوع ۱۲ سورہ شعراء آیت ۱۴۴ تا ۱۴۹ — میں تراش خراش کر کے گھر بناتے ہو

اور شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا: اِنّیٓ اراکُم بخیرٍ میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں لیکن خدا کی عطا کردہ اس خوشحالی کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کا جواب قرآن کی زبان سے سنئے:۔

الم یروا کم اھلکنا من قبلھم — کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے کتنی قوموں کو

من قرنٍ مّکّنّاھم فی الارض — ہم نے ہلاک کر دیا جنہیں زمین میں ہم نے وہ طاقت

مالم نمکّن لّکم و ارسلنا السّمآء — دے رکھی تھی، جو تمہیں نہیں دی۔ اور ہم نے ان

علیھم مدرارًا و جعلنا الانھار — پر آسمان کے دہانے کھول دئے اور ان کے نیچے

تجری من تحتہم فاھلکنا ھم بذنوبہم و انشانا من بعدہم قرنا اخرین ۰ (پ انعام رکوع ، آیت ۶)

نہریں بھی بہائیں۔ پھر ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری نسل کو کھڑا کر دیا۔

مادیت کے لئے سب سے بڑا چیلنج اور اسباب کی خدائی کے خلاف سب سے بڑی بغاوت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ جو بار بار قرآن میں بیان ہوا ہے وہ مادی اسباب کی ذاتی تاثیر کے خلاف سب سے بڑا چیلنج، ان اسباب اور ان کے ماننے والوں کی قوت کا مذاق اڑانے والا اور ان کی کمزور اور غیر مفید ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ گویا حضرت ابراہیم مادیت اور اس کے حاملین کے استخفاف اور استہزار پر مامور ہو کر آئے تھے، جو اس کی تصدیق کرتے، اس کا کلمہ پڑھتے اور اس پر ہر طرح بھروسہ کرتے تھے۔ ان کو حقیر سمجھنے اور خدا کی مدد سے ان پر فتح پانے اور ان کی تذلیل میں خاص لذت، قلبی تسکین اور روحانی غذا حاصل ہوتی تھی۔ اور گویا وہ اپنے ایمان اور توحید کے طویل اور بابرکت سفر میں ہر قدم پر مادیت کو اپنے قدموں سے روندنے، اپنے عزم سے اسے مسخر کرنے کا التزام کر کے شک پر ایمان کی مادہ پر روح کی نظام شرک پر توحید کی نئی فتح کا سروسامان کر رہے تھے۔

اپنی طویل زندگی میں انہوں نے اپنے ماحول کی قوت و بادشاہت، مادہ اور معدہ کی عبادت، باطل خداؤں اور دھمکانے والی طاقتوں کے خلاف ہمیشہ علم بغاوت بلند رکھا۔ اس کا راز یہ تھا کہ ان کے وقت کی دنیا مادی اسباب کی شدت سے قائل اور اس پر حد سے زیادہ اعتماد کر بیٹھی تھی حتٰی کہ وہ انہیں مستقل اور ذاتی طور پر مؤثر سمجھنے لگی تھی۔ اور اسے خدا کے ساتھ ایک خدا کی حیثیت دے دی تھی۔

مادیت کی یہ غلامی، تقدس اور اس پر اعتماد نے ان کی بت پرستی کے پہلو میں ایک نئی بت پرستی کی شکل اختیار کر لی تھی جس میں وہ پہلے سے ڈوبے ہوئے اور ان کی بندگی میں پھنسے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی دونوں بت پرستیوں کے خلاف بغاوت اور اعلانِ جنگ، خالص توحید کی دعوت اور اللہ کی بسیط و محیط قدرت کا اعلان اور اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ عدم سے چیزوں کو وجود میں لاتا ہے اور ان کی زمام کار بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسباب سے تاثیر سلب کر سکتا اور ان کو جس کا چاہے تابع فرمان بنا سکتا ہے۔

حرّقوہ وانصروا الٰہتکم ان کنتم فاعلین ۰ (پ۱۷۔ انبیاء آیت ۶۸)

اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کو یقین کامل تھا کہ آگ، اللہ کے ارادے کے تابع ہے اور جلانا اس کی ایسی صفت نہیں جو اس سے الگ نہ ہو سکے۔ بلکہ یہ اس میں بطور امانت رکھی ہوئی ایک خاصیت ہے جس کی لگام کبھی ڈھیلی چھوڑ دی جاتی اور کبھی کھینچ لی جاتی ہے اور اسے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ اس "نارِ نمرود" میں مومنانہ

شان کے ساتھ مطمئن اور پُراعتماد انداز میں کود پڑے اور نتیجہ آپ کے یقین کے تابع ہی رہا۔

قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ	ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈک
ابراھیم و ارادوا بہ کیداً فجعلنا	اور سلامتی بن۔ اور وہ لوگ اسے نقصان پہنچانا
ھم الاخسرین ۰ (پ۱۷۔انبیاء آیت ۶۹)	چاہتے تھے ہم نے انہی کو ناکام کر دیا۔

لوگوں کا یہ خیال بھی تھا کہ زندگی بغیر سرسبزی، خوشحالی اور پانی کی فراوانی کے ممکن نہیں۔ اس لئے وہ اپنی آل واولاد اور اپنے رہنے سہنے کے لئے ایسی زرخیز زمین حاصل کرتے تھے جن میں پانی کی افراط اور شادابی کی فراوانی ہو اور جہاں صنعت وتجارت کی سہولتیں حاصل ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس چلی ہوئی عادت اور عام رسم ورواج اور اسباب پر تکیہ کرنے کے خلاف بھی قدم اٹھایا اور اپنے چھوٹے سے خاندان کے لئے (جو ایک ماں اور بیٹے پر مشتمل تھا) ایک بے آب وگیاہ وادی پسند کی جس میں نہ زراعت ممکن تھی نہ تجارت، اور جو دنیا اور اس کی تجارتی منڈیوں سے بالکل کٹی ہوئی اور سرمایہ کے مرکزوں سے بہت دور تھی۔

آپ نے اللہ سے رزق میں وسعت کی دعا کی کہ وہ دلوں کو اس وادی کی طرف مائل کر دے۔ اور یہاں تک پھل اور میوے بغیر کسی معروف طریقے کے پہنچائے۔ آپ نے کہا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد	اے رب میں نے اپنے خاندان کو ایک ناقابل
غیر ذی زرع عند بیتک المحرم	کاشت وادی میں تیرے معزز گھر کے قریب
ربنا لیقیموا الصلاۃ فاجعل افئدۃ	بسایا ہے۔ اے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں اور انہیں
من الناس تھوی الیھم وارزقھم	پھل میسر کر شاید وہ شکر ادا کریں۔
من الثمرات لعلھم یشکرون ۰	(پ۱۳۔ ابراہیم۔ رکوع ۱۸ آیت ۳۷)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور انہیں رزق، امن وعافیت کی ضمانت دی۔ اور ان کے شہر کو ہر قسم کے پھلوں اور خیر وبرکت کے خزانوں کا مرکز بنا دیا۔

او لم نمکن لھم حرماً امناً یجبیٰ	کیا ہم نے ان کے لئے ایک پُرامن حرم مہیا نہیں کر
الیہ ثمرات کل شیئ رزقاً	دیا جس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں
من لدنا ولکن اکثرھم لا	اور جو ہماری طرف سے بطور رزق کے تھے
یعلمون ۰ (پ۲۰۔قصص آیت ۵۷)	اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔
فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی	تو انہیں اس گھر کے خدا کی عبادت کرنا چاہئے
اطعمھم من جوع و امنھم	جس نے انہیں بھوک کے بعد کھانا کھلایا اور

مِنْ خَوْفٍ۔ (پ ۳۰ قریش آیت ۴) خوف کے بعد امن نصیب کیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے انہیں ایسی خشک زمین پر اتارا تھا جہاں پیاس بجھانے اور حلق تر کرنے کے لئے پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لیکن ریت کے ذرّوں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اور وہ اس وقت سے اب تک اس طرح جاری ہے کہ لوگ اسے جی بھر کر پیتے اور اپنے ملکوں کو لے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے گھر والوں کو چٹیل میدان میں لاچھوڑا تھا مگر وہ ایسا مرکزی مقام بن گیا جس کے لئے اطراف عالم کے لوگ عزم سفر کرتے اور رخت سفر باندھ کر آتے ہیں۔ دنیا کے گوشہ گوشہ سے منزلیں طے کرتے ہوئے پہنچتے ہیں اور دور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی زندگی اپنے زمانے کی پھیلی ہوئی اور حد سے بڑھی ہوئی مادیت۔ اسباب کی عبادت اور ان کی بندگی کے لئے چیلنج، اور اللہ اور اس کی قدرت مطلقہ، اس کے غالب ارادے پر ایمان کی زندہ مثال تھی اور اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا کہ اس نے ان کے سامنے اسباب کو جھکا دیا اور ان پر حیرت انگیز نوازشیں کیں۔

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ تنگ اور محدود مادّی ذہنیت کے لئے چیلنج | قصہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی اس عقل مادّی کے لئے ایک کھلے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو اسباب و حوادث کو خود مختار، ابدی اور جامد قانون سمجھتی ہے اور ایسی قاہر طاقت خیال کرتی ہے جو حاکم ہیں محکوم نہیں۔

یہ قصہ ان لوگوں کو بڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جن کی فکر و نظر ماورائے اسباب یا اسباب سے اوپر نہیں جاتی۔ یہاں میں اپنے سابق مقالے سے مدد لوں گا۔ جس میں حضرت موسیٰؑ کے قرآنی قصے اور اس کی عبرت و بصیرت کا جائزہ لیا گیا تھا۔

"حضرت موسیٰؑ مصر کے ایک تاریک اور گھٹے ہوئے ماحول میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو بنی اسرائیل کو پورے طور پر گھیر چکا، اور ان کے لئے نجات کے تمام راستے بند کر چکا تھا۔ حال مایوس کن۔ مستقبل تاریک تعداد تھوڑی، وسائل معدوم، قوم بے عزّت، دشمن بالادست، حکومت ظالم یہ چیزیں ان کی راہ میں حائل تھیں۔ نہ ان کا کوئی دفاع کرنے والا تھا۔ نہ کوئی بچانے والا۔ بنی اسرائیل کی حیثیت اس قوم کی سی تھی جس کا انجام بد معلوم و طے شدہ ہو اور وہ بدبختی اور فنا کے لئے پیدا ہوئی ہو۔۔۔ ان حالات میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوتے ہیں اور ان کی ولادت و زندگی فلسفۂ اسباب اور وقت کے نظام کے لئے سراپا چیلنج ثابت ہوتی ہے۔ فرعون نے چاہا کہ وہ پیدا نہ ہوں مگر وہ پیدا ہو کر رہے، اس نے خواہش کی کہ وہ زندہ نہ رہیں۔ مگر وہ زندہ بھی رہے اور لکڑی کے ایک بند صندوق میں نیل کے گہرے پانی میں معجزانہ طور پر زندہ رہے۔

آپ دشمن کی گود میں پرورش پاتے اور قاتل کی حفاظت میں پروان چڑھتے ہیں۔ آپ بھاگتے اور نجات پاتے اور ایک درخت کے سائے میں محزون ولاچار ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر معزز مہمانی، اور پسند کی شادی سے متمتع ہوتے ہیں۔ اہل وعیال کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں۔ راستے کی ناواقفیت اور رات کی تاریکی سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیوی کو ولادت پیش آتی ہے اور ان کے لئے آگ کی تلاش ہوتی ہے اور وہ ایسا نور پاتے ہیں جس کے ذریعے بنی اسرائیل کی قسمت چمک جاتی اور ایک عالم راہ یاب ہو جاتا ہے۔ نبی ایک عورت کی ضرورت اور مدد کا سامان ڈھونڈتا ہے تو وہ پوری انسانیت کی مدد اور ضرورت کا سامان پا لیتا ہے۔ اور نبوت و پیمبری سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔

وہ فرعون کے خدم و حشم سے بھرے ہوئے دربار میں داخل ہوتے ہیں حالاں کہ وہ کل مطلوب و مفرور کی حیثیت میں تھے۔ جس پر فرد جرم لگ چکی اور مقدمہ دائر ہو چکا تھا اور ان کی زبان میں لکنت اور ارادوں میں تذبذب تھا۔ لیکن آج وہ فرعون اور فرعونیوں کو اپنی دعوت و ایمان اور حجت و بیان سے مغلوب کر لیتے ہیں۔ اور فرعون ساحروں کی مدد سے اعجاز موسیٰ کو دبانا چاہتا ہے۔ جسے وہ ایک کرتب اور جادو سمجھتا ہے لیکن ساحر عاجز۔ اور قائل ہو جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں :-

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ (پ ۹ اعراف رکوع ۴ آیت ۱۲۱)

ہم رب العالمین رب موسیٰؑ و ہارونؑ پر ایمان لائے۔

الٰہی اسرائیلیوں کو لے کر راتوں رات ظلم کی سرزمین سے نجات کی سرزمین کی طرف کوچ کا حکم ملتا ہے اور فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کرتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو حضرت موسیٰؑ سمندر کو اپنے سامنے ٹھاٹھیں مارتے دیکھتے اور دشمن کو اپنے پیچھے یلغار کرتے دیکھتے ہیں اور سمندر میں گھس پڑتے ہیں۔ سمندر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور ہر ٹکڑا ایک پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور قوم سمندر پار کر لیتی ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی فرعون بھی اپنی فوج کے ساتھ سمندر میں اترتا اور غضب ناک سمندر کا لقمہ بن جاتا ہے۔ اس طرح فرعون اور اس کی قومی جماعت ہلاک ہوتی اور بنی اسرائیل کی محتاج اور کمزور قوم ان کی جگہ لے لیتی ہے۔

و اورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربها التی بارکنا فیها و تمت کلمت ربک الحسنیٰ	اور ہم نے اس قوم کو زمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی ہے مالک بنا دیا جو کمزور بنا دی گئی تھی اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل کے لئے پوری ہو کر رہی، ان

علیٰ بنی اسرآئیل بما صبروا ط و دمرنا ما کان یصنع فرعون و قومہ وما کانوا یعرشون ۝

کے صبر کے نتیجے میں۔ اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی کارستانیوں کو مٹا کر رکھ دیا اور جو کچھ وہ انگور کی بیلیں چڑھاتے تھے۔

(پ ۹ - سورہ اعراف رکوع ، آیت ۱۳۶)

قصۂ حضرت یوسفؑ اور معروف طریقوں سے اس کی دوری

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بھی اپنی ندرت و غرابت اور حوادث کے متعین طبعی اسباب، قانون اور علت و معلول کے نام قانون کی کارفرمائی کے خلاف ایک تاریخی شہادت ہے۔ انہیں بھائیوں کے حسد اور فریب، کنوئیں کی اندھیاری میں ایک مدت تک قیام قافلہ والوں سے غلامی کا سابقہ پڑا جس میں ہلاکت، تکلیف اور بے عزتی کا قوی اندیشہ تھا لیکن وہ ان سب سے صحیح سالم بچ نکلتے اور زندہ رہتے ہیں۔

انہیں عصمت و عفت، وفاداری اور شرافت کا ایک سخت امتحان دینا پڑتا ہے جس میں وہ قوی محرکات اور مہیجات حسن و شباب اور فریق ثانی کی طرف سے طلب و اصرار (جسے اقتدار بھی حاصل تھا اور جس کا ان پر احسان بھی تھا) سے دوچار ہوتے اور سنگین الزام اور اخلاقی جرم میں اس زمانہ میں جیل میں داخل ہوتے ہیں جب کہ وہ جرم کی علامت تھی جہاں اخلاقی مجرم ہی رکھے جاتے تھے۔ وہ قیاس آرائی اور شہر میں پھیلی ہوئی افواہوں کا پسندیدہ موضوع بن جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب اپنے شہر سے دور اس جگہ ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا اس قوم سے تعلق ہے جس سے مصری شدید نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے اور اسرائیلی ہونے کے معنی تھے کہ عزت و اقتدار میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ان پر ایک ایسی نسل سے ہونے کا جنم داغ ہے جس کے غلامی مقدر ہو چکی ہے۔ یہ سب حادثات ان کی گمنامی و بدنامی، اور عزت و اعتماد سے محرومی۔ اور مصری معاشرے کے کسی بھی معزز و محترم مقام (چہ جائے کہ حکومت و سیادت و منصب جلیل جس کے حق دار صرف شرفا ہی تھے) محرومی کا سبب ہو سکتے تھے نہ کہ اس کے بعد وہ مصر کے بادشاہ ہوتے اور ان کے فیصلے نافذ ہوتے اور لوگوں پر رعب و داب ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس لوگوں نے کھلی آنکھوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے تخت حکومت پر بیٹھتے اور اقتدار سنبھالتے دیکھا۔

و کذالک مکنا لیوسف فی الارض یتبوأ منہا حیث یشآء ط نصیب برحمتنا من نشآء ولا نضیع اجر المحسنین ۝

اور اس طرح ہم نے زمین پر یوسفؑ کے قدم جمائے کہ وہ جہاں چاہے رہ سکے۔ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں اور نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

(پ ۱۳ - یوسف رکوع آیت ۵۶)

قصہ یوسف علیہ السلام اور سیرت نبوی ؐ میں مماثلت

خاتم النبیینؐ اور قریش کے وہ جوان جو ایمان لائے اور جنہوں نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دئے تھے وہ بھی ایسے ہی تاریک حالات و مشکلات سے دو چار تھے۔ اور انہیں بھی، تعداد کی کمی، موقف کی کمزوری، اسباب کی نایابی، خاندان کی ملامت اور قوم کی شدید مخالفت و مقاطعہ۔ گھراؤ، دباؤ اور راہ خدا سے بندش اور مومنین کی مظلومیت (جنہیں وہ بددین اور احمق کہتے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش، مستقل خوف وخطر کا سامنا تھا جس کا قرآن سے زیادہ معنی خیز بیان اور اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں۔

واذکروا اذ انتم قلیل	وہ وقت یاد کرو۔ جب تم بہت تھوڑے
مستضعفون فی الارض	اور زمین میں کمزور وضعیف تھے اور تمہیں یہ
تخافون ان یتخطفکم الناس ۰	ڈر لگا رہتا تھا کہ لوگ تمہیں اچک نہ لیں۔

(پ ۹ سورۃ الانفال رکوع ۲ آیت ۲۶)

رسول اللہ ؐ کو مدد غیبی اور عظیم مستقبل کی بشارت

ان تاریک حالات میں جو نہ کوئی امید بندھاتے ہیں اور نہ کسی مستقبل کی بشارت دیتے ہیں اور نہ جن میں روشنی کی کوئی کرن ہی دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے حضرت یوسف ؑ کا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ ؐ کی سیرت قصہ یوسف ؑ سے بہت ہی مشابہ ہے۔ قبیلۂ قریش کے معاملات برادران یوسف کے معاملات کے ہم شکل نظر آتے ہیں: یہاں بھی شروع میں حسد اور رجنگ سے آغاز ہوتا ہے اور آخر میں اس کی انتہا اعتراف، تعظیم اور ندامت پر ہوتی ہے۔ ابتدائی دور قطع تعلق سے اور جور و ستم سے ہوتا ہے اور انتہا تسلیم اور التجائے رحم پر ہوتی ہے۔

حضرت یوسف ؑ کے سلسلہ میں کنوئیں کی تاریکی اور ہجرت نبویؐ میں غار ثور کا مرحلہ اور ابن یعقوب کی داستان میں قید و بند کا باب ابن عبدالمطلب کی سیرت کے شعب ابی طالب والے باب ایک دوسرے کے بہت مشابہ ہیں۔ دونوں کے دشمنوں کی طرف سے یہ اعلان و اظہار یکساں ہے کہ:

تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا	بخدا اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور ہم
و ان کنا لخاطئین (پ ۱۳ یوسف آیت ۹۱)	ہی خطاوار تھے۔

اور دونوں سرداروں قوم کو یکساں اور نرم شریفانہ جواب ہی دئیے۔

لاتثریب علیکم الیوم ط یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الراحمین ۰

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے

(پ ۱۳۔ یوسف رکوع آیت ۹۲)

قرآن نے اس عظیم قصے کو اس طرح شروع کیا ہے۔

نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن و ان کنت من قبلہ لمن الغافلین ہ

پ ۱۳۔ سورہ یوسف رکوع ۱ آیت ۳

ہم آپ سے ایک بہترین قصہ کہنے جا رہے ہیں اس سبب سے کہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے اور اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں تھے۔

اور قصہ کو ختم اس طرح کیا گیا ہے:-

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ط ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیئ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون ہ (پ ۱۳ یوسف۔ آیت ۱۱۱)

ان کے قصہ میں اہل عقل کے لئے عبرت ہے یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں۔ بلکہ اپنے سے سابق قصہ کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل اور مومن قوم کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

اس طرح یہ سورۃ مکہ کے بوجھل اور تاریک ماحول میں اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عظیم و تابناک اور شاندار مستقبل کی بشارت ثابت ہوئی۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ آپ کا قصہ ہے۔ اور مخالف ماحول میں کنایہ، صراحت سے ہمیشہ بلیغ مانا گیا ہے۔

انبیاء کی کامیابی — امت کی کامیابی

پھر اللہ نے آنحضرتؐ سے حضرت موسیٰؑ اور فرعون اور ان کے ساتھیوں کا قصہ بیان کیا ہے جو قصہ سورۃ قصص میں آیا اس میں حضرت موسیٰؑ کی کامیابی اور فرعون کی چالوں سے آگاہی اور سلامتی اور رسالت عظمیٰ اور نبوت سے سرفرازی (جب کہ وہ صرف اپنی زوجہ کے تاپنے کے لئے آگ کی تلاش میں تھے) دشمن کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات کا بیان ہوا ہے۔ یہ حضرت یوسفؑ کے قصہ سے اس کے سوا بالکل مشابہ ہے کہ اس میں بنی اسرائیل کی نجات، ان کی کامیابی اور سیادت کا قصہ زائد طور پر بیان ہوا ہے۔

اس قصہ کا افتتاح ایک بڑی معرکہ آرا تمہید کے ساتھ ہوا ہے جس میں قریشی مخالفین کے دل دہلا دینے اور اس کمزور مومن جماعت کے مستقبل کے تصور سے مرعوب کر دینے کے لئے کافی سامان ہے جسے قریشی خاطر میں نہیں لاتے تھے اور اسے نگل جانے کی فکر میں تھے فرمایا گیا۔

طسٓمٓ ہ تلک آیات الکتاب المبین نتلوا علیک من نبإ موسیٰ وفرعون بالحق لقوم یومنون ہ ان فرعون

یہ کھلی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰؑ و فرعون کا ٹھیک ٹھیک قصہ مومن قوم کی خاطر سنا رہے ہیں۔ فرعون نے زمین (مصر) میں بڑا

علا فی الارض و جعل اهلها شیعًا یستضعف طائفةً منهم یذبّح ابناءهم ویستحیی نساءهم انّه کان من المفسدین ۝ ونرید ان نمنّ علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمّةً و نجعلهم الوارثین ۝ و نمکّن لهم فی الارض و نری فرعون و هامان وجنودهما منهم ما کانوا یحذرون ۔

(پ ۲۰۔ القصص رکوع ۴)

بننے کی کوشش کی اور اس کے باشندوں کو تقسیم کر دیا اور ایک طبقہ کو اس نے کمزور کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا اور لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ وہ مفسدوں میں سے تھا۔ ہم خاص طور پر ان لوگوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں کمزور بنا دئے گئے ہیں اور انہیں امام اور وارث بنا دینا اور زمین پر ان کے قدم جما دینا چاہتے ہیں۔ اور فرعون و ہامان اور ان کے لاؤ لشکر کو جس انجام بد سے وہ ڈرتے تھے اسے دکھا دینا چاہتے ہیں۔

داعیوں اور مومن و صالح کام کرنے والوں کے لئے قوت و اعتماد کا سرچشمہ

یہ بلیغ و مؤثر قصے قلب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت و تسلّی کے لئے ہوتے تھے جیسا کہ فرمایا گیا۔

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ جَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ (پ۱۲ آیت ۱۲۰)

اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم ہر وہ خبر آپ کو دیتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو تقویت دیں اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں حق اور مومنین کے لئے نصیحت اور یاد دہانی آ چکی ہے۔

یہ سچے قصے داعیوں اور منہاج نبوت پر کام کرنے والوں اور ایمان و عمل صالح اور تقویٰ کی طرف بلانے والوں، مصیبت پر صبر کرنے والوں، جہاد پر قائم رہنے والوں اور اللہ کے راستے میں جاگنے والوں کے لئے ہمیشہ قوت و ثابت قدمی کا اور روشنی پیدا کرنے والی امید، فوز و فلاح اور مخالفوں کے مقابلہ پر فتح و ظفر کے قوی یقین کا سرچشمہ خزانہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں فرمایا ہے:۔

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ۝ (پ ۹ آیت ۱۳۷)

اور بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کے نتیجہ میں آپ کے رب کی اچھی بات پوری ہوئی اور جو فرعون اور اسکی قوم کر رہی تھی اور جو بیلیں چڑھاتے تھے اسے ہم نے نیست و نابود کر دیا۔

اور یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نمایاں کامیابیوں کی توجیہہ کرتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ اَنَا یُوسُفُ وَ هٰذَآ اَخِی قَدْ
مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ
وَ یَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ
الۡمُحۡسِنِیۡنَ (پ ۱۳ آیت ۹۰)

کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، اللہ نے ہم پر احسان کیا، جو بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

یہ جان لینا چاہئے کہ یہ اللہ کی وہ سنت ہے جس میں کبھی استثنار نہیں ہوتا اور انبیا کے منہاج وطریقہ دعوت اور کوشش، ایمان وعمل صالح، صبر وطاعت اور اچھی و پاکیزہ سیرت ایسا مبارک درخت ہے جو خدا کے حکم سے ہمیشہ سدا بہار اور ثمر دار رہتا ہے اور ایک کمزور ترین فرد بھی ان صفات کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے اور کوئی بھی اقلیت اگر ان اخلاقِ فاضلہ کی حامل ہو تو وہ اکثریت ہے۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً
كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ
الصّٰبِرِيْنَ (پ ۲ آیت ۲۴۹)

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ اَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۝
(پ ۴ آل عمران آیت ۱۳۹)

نہ ہمت ہارو اور نہ غمگین تمہیں سربلند ہوگے اگر تم مومن ہو

یہ قصے نسل در نسل قوت وعبرت کا سرچشمہ، اپنے قوی ایمانی طرز اور اس کی دلیل ہونے کی وجہ سے بنے رہے کہ انبیاء کی دعوت ہی کو فتح وظفر ملتی ہے۔ اور اللہ کی پسندیدہ سیرت وصفات ہی کے ساتھ فوز و فلاح وابستہ ہیں۔ خواہ اس کے اسباب کتنے ہی مخالف، اس کی مخالف قوتیں کتنی ہی نبرد آزما اور مادی طور پر اس دعوت کے حامل کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ
فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى
كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ
وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ
(پ ۳ - آیت ۱۳)

تمہارے لئے ان دو جماعتوں میں نشانی تھی، ایک جماعت تو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہی تھی اور دوسری کافر تھی اور وہ مسلمانوں کو چشم دید طور پر اپنے سے دوگنا دیکھ رہی تھی اور اللہ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے اس میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے

انبیاءؑ کی دعوت پر ایمان یا پھر ہلاکت و تباہی انبیاء کی سیرت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کبھی تفصیل اور کبھی اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے اور بہ تکرار اس کا ذکر کیا ہے، اس کے درمیان ایک ایسا متفقہ نقطہ پایا جاتا ہے جس میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اور وہ ہے، ان کا تمام رکاوٹوں کے باوجود کامیاب، اپنے دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب ہونا، اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو یہ مخالفین ایمان لے آتے اور ان کی دعوت قبول کر لیتے اور اس کے مخلص فدائی بن جاتے ہیں یا پھر ہلاک اور تباہ کر دئے جاتے ہیں۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ آیت ۴۵) پھر کٹ گئی جڑ ظالموں کی اور سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

انفرادی اور قومی مصالح کی کوئی قیمت نہیں جو دعوت، انسانیت کی سعادت و نجات کا مدار ہے اس کی عنداللہ یہ قیمت ہے کہ اس کے لئے نوامیس فطرت اور قوانین قدرت بھی توڑ دئے جاتے ہیں اور اس کے لئے وہ کچھ کیا جاتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور فردی یا اجتماعی مصلحتیں یا سیادت و غلبہ کی خواہش اور وہ بے معنی قیادتیں جو نہ خیر کو اٹھاتیں اور نہ شر کو گراتی ہیں۔ اور ان سے اسلام و انسانیت کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ان کا شر و فساد اور کفر و فسق کی طاقتوں سے کوئی جھگڑا نہیں، ان کی ساری دوڑ دھوپ اور لڑائی اس کے لئے ہوتی ہے کہ ہونے والے تمام گناہ اور فساد ان کی نگرانی، سرپرستی اور ان کے سایۂ اقتدار میں ہوں جن کا فائدہ انہیں پہنچے۔ تو ایسی انفرادی و اجتماعی کوششوں کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت اور مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں۔ اور اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں مرتی اور کون سا دشمن ان پر غلبہ پاتا ہے اور ان کا خاتمہ کب ہوتا ہے۔

ایسی ہی کوششوں کے مقابلے میں سرکش و جابر اور بے رحم بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوتی اور ایسے مشکلات و مسائل سامنے آجاتے ہیں جن کی ابتدا و انتہا معلوم نہیں ہوتی۔

ایک پھیلا ہوا غلط خیال آج مسلم قوموں اور عالم اسلامی میں یہ خیال مقبول و مروّج ہے اور اس پر سب کا ایمان راسخ ہے کہ سیرت و کردار کے مقابلے میں مادی طاقت ہی فیصلہ کن میزان اور معیار ہے۔ بہت سے اچھے دینداروں حتیٰ کہ دین کے داعیوں کا بھی یہ نعرہ ہو گیا ہے کہ "مادی طاقت سب سے پہلے"

یہی وہ طریقۂ فکر ہے جس کا ابطال و تردید انبیاء و مرسلین کی سیرت ان کے ساتھ پیش آنے والے حوادث اور ان کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے عجائب و معجزات، ان پر اللہ کی نصرت، فتح کے انعام اور ان کے دشمنوں سے انتقام میں موجود ہے۔

یہاں ایک بار پھر اپنے رسالہ "ثورۃ فی التکفیر" سے ایک اقتباس مستعار لیتا ہوں۔

"ایک طویل مدت سے ہم اپنی ذات، اپنی قیمت وحیثیت کو (دنیا کے نقشہ میں) مادّی "طاقت، صلاحیت، وسائل، خام مواد، ملکی پیداوار، عددی طاقت، جنگی پوزیشن" سے تولنے اور ناپنے کے عادی ہوگئے ہیں اور ہم کہیں اپنا پلڑا بھاری اور کہیں ہلکا پاتے ہیں اور اس سے خوش یا افسردہ ہوتے ہیں۔"

ایک عرصے سے مغرب کی قیادت وسیادت پر ہمارا ایمان سا ہو گیا ہے اور گویا ہم نے مان لیا ہے کہ یہ تقدیر مبرم، امر محکم، اور اٹل قانون ہے جس میں کوئی تبدیلی اور انقلاب نہیں آسکتا۔ اور اس طرح وہ قدیم مثل پھر زندہ ہوگئی کہ "اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی تو کبھی اس کو باور نہ کرنا۔"

اب ہم مغربی اقتدار اور مغرب کی قائدانہ صلاحیت کو چیلنج کرنے کے بارے میں کبھی سوچتے بھی نہیں۔ اور اگر کبھی "علم وتحقیق" سے آنکھ بچا کر اور عقل وفہم کو نظر انداز کر کے سوچتے بھی ہیں تو ہم اپنے وسائل وامکانات، جنگی طاقت، اسلحہ کی پیداوار اور ایٹمی طاقت کی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو ناامیدی اور بدفالی گھیر لیتی ہے اور ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ہم محکومی وغلامی، زندگی کے دھارے سے دور رہنے، مغرب کا دست نگر اور دو بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک سے وابستہ رہنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

ایمان واطاعت مومن کا ہتھیار اور کامیابی کی کنجی ہے

لیکن اللہ نے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کی سیرت اور ان کے دشمنوں کا جو حال بتایا اور جس کی ہم نے اپنے مقالے میں کچھ درخشندہ مثالیں پیش کی ہیں وہ اس اندازِ فکر سے پوری طرح ٹکراتی ہیں اور ہم پر یہ واضح کرتی ہیں کہ انبیاء کی کامیابی کا راز اور جن کامیاب ہتھیاروں سے انہوں نے اپنے مخالفین کا مقابلہ کیا اور ان کی چھوٹی سی کمزور جماعت کامیاب اور دنیا کی امامت وہدایت کے منصب پر فائز ہوگئی وہ "ایمان" "اطاعت" "دعوت الی اللہ" تھی۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ (پ ۲۱- آیت ۲۴)	اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے۔ یہ ان کے صبر اور آیتوں پر یقین کے سبب ہوا۔
وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ	اور ہم نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کو مصر میں بساؤ اور اپنے گھروں کو مسجدوں کی شکل دو۔ اور نماز

(باقی ص۲۹ پر)

وفاقی شرعی عدالت

۱۴۶ مرکز روڈ۔ ایف۔۶/۳۔ اسلام آباد

پبلک نوٹس نمبر ۶، ۱۹۸۹ء

آئین کی دفعہ ۲۰۳ - ڈی کے تحت دائر کردہ مندرجہ بالا شریعت درخواست میں کنٹونمنٹ ایکٹ مجریہ ۱۹۲۴ء کی دفعہ ۴۸ کو اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا دفعہ کے تحت محاصل کی تشخیص یا کسی ٹیکس کی واپسی سے انکار کی صورت میں اپیل کے طریقہ کار کے مطابق اپیل صرف ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا مرکزی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ افسر کے پاس دائر کی جا سکتی ہے۔ یہ امر مبینہ طور پر قرآن کریم کی سورت النساء کی آیت ۵۹ کے منافی ہے۔ کیونکہ اس آیت کی روشنی میں اپیل صرف عدالت میں ہو سکتی ہے، نہ کہ انتظامیہ کے کسی افسر کے پاس۔

عوام الناس بالخصوص علماء، فقہاء اور وکلاء سے بذریعہ نوٹس ہذا درخواست ہے کہ وہ اپنی فقہی آراء قرآن و سنت میں مذکور احکام کی روشنی میں تیار فرما کر ۱۵ جون ۱۹۸۹ء تک ارسال فرما دیں۔

مزید برآں وہ حضرات جو اصالتاً تشریف لا کر عدالت کی مدد کرنا چاہتے ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ تحریری طور پر زیر دستخطی کو مطلع کرنے کے ساتھ ساتھ مکتوبہ آراء بھی بھیج دیں۔

(عزیز الرحمن)

رجسٹرار

فون ۸۲۰۵۲۱

P15(1) 4745/101

مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ ۔اکوڑہ خٹک

دفاعی صلاحیت میں پاکستان کی خود کفالت

ہندوستانی کلچر پاکستان میں ۔اور پاکستانی ایٹمی تنصیبات کے نقشہ جات ہندوستان میں

الحمدللہ! کہ گذشتہ ماہ پوری قوم نے یہ خبر بڑی مسرت سے سنی کہ پاکستان نے طویل فاصلے تک زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائیلوں کے کامیاب تجربات کئے اور ۳۰۰ کلومیٹر تک رسائی رکھنے والے میزائلوں کے بنانے کی اہلیت بھی حاصل کرلی ہے ۔گولہ بارود کی تیاری میں ۹۰ فیصد خود کفالت اور ۲۰۰۰ تک اپنے ٹینک بنا لینے کی صلاحیت بھی پیدا ہوگئی ۔

سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کے ارتقار کے اس دور میں ملکی سالمیت اور یہودی سازشوں اور صیہونی عفریت کا سر کچلنے کے لئے ہتھیاروں کی ضرورت ہے جسے ہم خود بھی استعمال کریں اور دنیا کے مسلمانوں کو بھی فراہم کرسکیں ۔مملکت عزیز کا دفاع اور اسے پڑوس میں ابلنے والے فتنوں سے محفوظ رکھنا خود ہماری بقا کا مسئلہ ہے جس کے لئے اغیار کے ہتھیار پر انحصار کے ساتھ کامیابی کا حصول محض خیال و محال اور جنون کے سوا کچھ بھی نہیں ۔

آزاد قوموں کو اپنی آزادی اور خود مختاری کی ضمانت، دفاع میں خود انحصاری ہی سے مل سکتی ہے ۔اگر مسلمانوں کو نفاذ شریعت اور پیغام اسلام کی اشاعت اور واقعةً غلبہ دین کی خواہش ہے ۔اگر وہ پھر سے دنیا کی قیادت اور رہنمائی کا فرض انجام دینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ممتاز سیاسی قوت اور تربیت، صنعت و علوم تجارت ٹیکنالوجی اور فن حرب میں مکمل تیاری اور خود انحصاری کرنی ہوگی ۔انہیں زندگی کے ہر شعبے اور زندگی کی ہر ضرورت میں یہودیوں ۔روسیوں ،صیہونیوں ،ہندوؤں اور اہل مغرب سے بے نیاز ہونا پڑے گا ۔ان کی استغنا اس سطح کی ہو کہ وہ اپنے کھانے پینے ،رہنے سہنے ،ہتھیار بنانے اور زندگی کے معاملات کا نظام چلانے میں آزاد اور خود مختار ہوں وہ اپنی زمین کے خزانے خود برآمد کر کے اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں ۔وہ اپنے نظام اور اپنی حکومتوں کو اپنے ہی آدمیوں اور اپنی ہی دولت سے چلائیں ۔چاروں طرف پھیلے ہوئے سمندروں میں ان کے اپنے بحری بیڑے اور جہاز شور کر رہے ہوں وہ اپنے ہی ہتھیاروں سے

دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ انہیں مغربی ممالک سے قرض لینے کی ضرورت نہ پیش آئے۔ نہ تو وہ کسی جھنڈے تلے آئیں اور نہ وہ کسی غیر اسلامی کیمپ میں شامل ہونے پر مجبور ہوں۔

بد قسمتی سے پاکستان نے یوم تاسیس سے لے کر تا ہنوز علم و سیاست اور صنعت و تجارت میں مغرب کی دریوزہ گری اور احتیاج کے اظہار کا وطیرہ اختیار کئے رکھا تو مغرب نے اس کا خون چوسا۔ اس کی زمین کا آب حیات نکال کرلے گیا۔ مغرب کے سامان تجارت مصنوعات ہر روز پاکستان کی منڈیوں میں، بازاروں اور جیبوں پر چھاپے مارتی اور ہر جیب پر ہاتھ صاف کرتی رہیں۔ حکمرانوں کی نااہلی اور سیاستدانوں کی خود غرضیوں کے پیش نظر ہم مجبوراً امریکہ بہادر سے قرض لیتے رہے جس کے نتیجے میں اپنی حکومت کا انتظام کرنے۔ اہم اور کلیدی عہدوں کو پر کرنے، دفاع کی ضرورت کو پورا کرنے حتیٰ کہ اپنی فوج تک کو ٹریننگ دینے کے لئے امریکہ کے رہین منت رہے۔ ہماری انتظامی اور ملکی قیادت وہاں کا سامان تجارت و صنعت منگواتی رہی۔ وہیں سے اسلحہ منگا منگا کر ان کا بار منت اٹھاتی رہی اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ انتظامیہ سمیت ملک کی تمام سیاسی قیادت کو امریکہ بہادر ہی کو پاکستان کا استاذ، اتالیق، مربی، سرپرست، حاکم اور سردار باور کرا لیا گیا ہے۔

چنانچہ حال میں نیویارک ٹائمز میں یہ افسوسناک خبر شائع ہوئی ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں تیار ہونے والے لڑاکا بمبار طیارے بنانے کا منصوبہ منسوخ کر دیا ہے۔ ضیاء مرحوم نے چین کے تعاون سے یہ طیارے پاکستان میں بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اس کے لئے ۲۰ کروڑ سالانہ بجٹ بھی مختص کیا گیا تھا۔ لیکن موجودہ حکومت نے وہ مختص رقم امریکہ سے طیارے خریدنے کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب کہ بھارت عرصہ سے جدید لڑاکا طیارے اپنے ملک میں بنا رہا ہے۔

نیز گذشتہ سارک کانفرنس کے موقع پر طے پانے والے معاہدوں کی روشنی میں اب پاکستان میں ہندوستانی کلچر کی راہ بھی ہموار ہو گئی ہے اور پاکستان کے تمام ایٹمی تنصیبات کے نقشہ جات ہندوستانی حکومت کو فراہم کئے جائیں گے۔ جب کہ یہ امور ہمارے قومی مفادات کی صریحاً نفی کرتے ہیں۔ اگر اس معاہدہ کو بلا تاخیر منسوخ نہ کیا گیا تو ملکی ساکھ اور وقار کو تو دھچکا لگ ہی چکا ہے ملکی سالمیت بھی شدید معرض خطر میں پڑ جائے گی۔

بہر حال ملک کے دفاعی معاملات کے حوالے سے بھی حکومت کے خطرناک عزائم منظر عام پر آ گئے ہیں۔ جو قومی مفادات کے اعتبار سے انتہائی نقصان دہ اور خطرناک پالیسی ہے۔ خارجہ پالیسی تو اس قدر ناقص اور بھیانک ہے کہ ملک میں سیاسی قیادت کے بیرونی آقا یا ئے ولی نعمت امریکہ کے حکم اور اس کی رائے کے بغیر کوئی کام بھی انجام نہیں پاتا۔ موجودہ حکومت اور اس کے سربراہ تک کے انتخاب میں امریکہ بہادر نے مین پاور کا کردار ادا کیا ہے المرام اینکہ علمی اور صنعتی زندگی کے اس اہم شعبہ میں مسلسل کوتاہی کے خمیازہ اور تعزیر میں تا ہنوز ہم طویل اور ذلیل

زندگی کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ ہم پر مغربی قیادت اور سرداری مسلط کر دی گئی ہے۔ جس نے دنیا میں ہر جگہ تباہی و غارت گری، قتل و خون ریزی اور خودکشی برپا کی۔ اگر پاک فوج اور مملکت کے ارباب بست و کشاد نے پاکستان کی علمی و صنعتی تیاری اور اپنی زندگی کے معاملات میں مزید غفلت برتی یا دفاعی صلاحیتوں کی تکمیل کے سلسلہ میں کسی سازش کا شکار ہو گئے تو موجودہ مونث قیادت اور اب کی سیاسی رسوائیوں سے بڑھ کر مملکت عزیزہ کی تقدیر میں مزید بدنصیبی اور شقاوت لکھ دی جائے گی اور خدا نہ کرے کہ مسلمانوں کے ابتلاء کی مدت اور بھی طویل ہو جائے۔

ہمیں حیرت ہے کہ دفاع کے معاملے میں خود کفالت سے اعراض اور امریکہ پر انحصار کرنے والے قومی مفادات اور ملکی سالمیت کے تحفظ کے دعوے کس منہ سے کر رہے ہیں۔ جن قوموں نے اپنی آزادی کی حفاظت خود نہیں کی تو انہیں اس جرم ضعیفی کی سزا بھی "مرگ مفاجات" ملی ہے۔ پاکستان کو دفاعی اعتبار سے محتاج اور دست نگر اور کمزور کرنے کا فیصلہ پورے عالم اسلام کے لئے مایوس کن ہوگا۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ خارجہ پالیسی اور حکمت عملی اور دفاع کے شعبہ میں پاکستان کو ایک مضبوط باوقار، دوسروں کے احتیاج سے آزاد اور مستحکم مملکت کی صورت میں دنیا کے نقشہ میں قائم رکھے۔

بقیہ : ارادۂ الٰہی

ص ۲۵ سے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پ۱۱۔ آیت ۸۷)	قائم کرو اور مومنوں کو بشارت دے دیجئے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (پ۲۶ سورہ محمد آیت ۷)	اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔
فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ (پ۲۶ آیت ۳۵)	تو کمزور نہ پڑو اور امن کی طرف بلاؤ تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں کٹوتی نہیں کرے گا۔

امت مسلمہ کا مستقبل انبیاء کی سیرت سے وابستہ ہے

ان سچے حکیمانہ قصوں کا یہی پیغام اور سبق ہے جو ہمیں انبیاءؑ کی زندگی اور ان کی پاکیزہ سیرت سے ملتا ہے۔ یہی وہ سیدھا اور صحیح راستہ ہے جس پر بلا استثناء تمام انبیاء چلتے رہے اور قرآن کے جس کے نقوش محفوظ رکھے ہیں۔ کمزور قوموں کے لئے اگر کوئی امید کا راستہ ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے اور صاحب دعوت و عقیدہ قوموں کا مستقبل اسی طور طریق سے وابستہ ہے اور اللہ ہی حق کہتا اور وہی راستہ دکھاتا ہے۔

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

حضرت مولانا ابراہیم یوسف زنگونی
مدیر ماہنامہ "الاسلام" برطانیہ

اولاد کی تربیت اور والدین کی ذمہ داریاں

(قرآن اور حدیث کی روشنی میں)

حضرت مولانا ابراهیم یوسف باوا ۱۵ سال سے برطانیہ کے ایمان سوز اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے تاریک ترین ماحول میں شمع حق روشن کئے نورِ ھدایت پھیلا رہے ہیں۔ مولانا کی دلچسپی، سرپرستی اور وہاں کے مسلمانوں کے تعاون سے اس وقت برطانیہ میں دو دار العلوم اور مسلمان لڑکیوں کے ۲۸ سکول قائم ہو چکے ھیں۔ مولانا کے فاضل برخوردار مولانا محمد اقبال صاحب اسلامی تعلیمات کے فروغ اور اشاعت کے لئے موصوف کی سرپرستی و نگرانی میں ماھنامہ الھلال بھی شائع کر رہے ھیں۔ دوسرے برخوردار مولانا محمد بلال مدظلہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خلیفہ اور دار العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیث ھیں۔ مولانا موصوف نے الحق کے لئے خصوصیت سے جو مضمون ارسال فرمایا ہے یہ برطانیہ جیسے ملک میں مسلمانوں کے مستقبل کے اعتبار سے فکر انگیز اور روشن مستقبل کی دعوت ہے جب کہ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک میں بھی اھل اسلام اپنی اولاد کے دینی مستقبل کی فکر کی انگیخت کا اس میں کافی مواد پائیں گے۔ (ع ق ح)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانوروں کا صحیح سالم بچہ پیدا ہوتا ہے تو کیا تم ان میں کان پھٹے دیکھتے ہو؟ (بخاری)

ف۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر بچہ چاہے مسلمان کے گھر پیدا ہو یا کسی غیر مسلم کے ہاں، وہ فطرت

اسلام اور توحید پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کا قلب آئینہ کی طرح نہایت صاف و شفاف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اعتراف کرنے کی پوری صلاحیت ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ کے ایمان سوز ماحول اور غلط تعلیم و تربیت کی وجہ سے اور بے دینی کے زہریلے اثرات سے وہ یہودی، نصرانی اور مجوسی وغیرہ مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ اور مثال بھی کتنی عمدہ فرمائی کہ جانوروں کا صحیح سالم بچہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے مالک کان پھاڑ کر عیب دار بنا دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ جو بھی انسان دنیا میں پیدا ہوتا ہے ان کو ازلی سوال جواب اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) اور قَالُوا بَلٰى (بولے ہاں ہے) کے ذریعہ دلوں میں ایمان کی بنیاد ایسی قائم ہو گئی کہ ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا جائے تو اللہ جل شانہ کی ربوبیت کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اسی ازلی سوال جواب کی یاد دہانی کے لئے جب کسی مسلمان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنے کی سنت سے ہر مسلمان واقف ہے اور بحمداللہ پورے عالم اسلام میں جاری ہے گو بچہ نہ کلمات کے معنی سمجھتا ہے اور نہ اس کو بڑا ہونے کے بعد یاد رہتا ہے۔

اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ہم کھرے کھوٹے کو جانتے نہیں تھے۔ ہم نے بڑوں کی بات مان کر اسی طرح عمل کیا۔ اس لئے بڑوں کو اس جرم کی سزا ملنی چاہئے۔ اور ہمیں نہیں۔ تو میرے بھائیو اور دوستو! بڑوں کو اپنی غفلت اور ماتحت کے لوگوں کو دین سے دور کرنے کی سزا ضرور ملے گی جس کی تفصیل دوسری حدیث کے ذیل میں آئے گی لیکن آیت شریفہ اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ (الآیۃ) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ دوسروں (بڑوں) کے فعل کی سزا تمہیں نہیں دی گئی بلکہ خود تمہاری غفلت کی سزا ہے۔ کیونکہ تم نے اس ازلی اقرار کے ذریعہ میری ربوبیت کا اقرار کیا تھا جس کے نتیجہ میں تم پر لازم تھا کہ میرے احکام کے مطابق زندگی گذارتے۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ بچوں میں دینی غفلت اور اسلام سے دوری کا سبب ماں باپ ہو سکتے ہیں اگر ماں باپ کا اپنا ماحول یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت وغیرہ پر ہے تو لامحالہ اس کا اثر بچے پر پڑتا ہے اور اسی ماحول میں پروان چڑھنے کی وجہ سے دین اسلام سے نکل جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ اور سرپرستوں کا ماحول دین ہے لیکن بچوں کی تعلیم و تربیت غلط ہو رہی ہے (جیسا کہ مغربی ممالک میں ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے فرنگی کے لعنتی اور جانور سے بدتر بنانے والے اسکولوں میں جا کر وہی بداخلاقی، بے دینی اور دین سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ جیسے غیر مسلموں کا حال ہوا) تو بھی اس کا انجام وہی ہوتا ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے کان پھاڑنے کی عمدہ مثال سے سمجھایا کہ ہم اپنے بچوں کو غلط راستے میں ڈال کر ان کو یہودی، نصرانی اور مجوسی وغیرہ بنا رہے ہیں اور پھر ماں باپ بھی اللہ کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

تم سب نگہبان ہو اور سب سے سوال کیا جائے گا (بروزِ قیامت) اپنے ماتحتوں کے بارے میں (بخاری)

ف ۔ اہل و عیال، نوکر، چاکر، حاکم ہو تو اس کی رعیت اور ماتحت کے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے اُن پر شریعت مطہرہ کی مقدس تعلیمات کے مطابق سرپرستی کرتے ہوئے رکھنا چاہئے ۔ اور اس امانت کے بارے میں بروزِ قیامت سوال ہو گا کہ تم نے اُن کے دین کی کتنی فکر کی ۔ اگر خدانخواستہ سرپرستوں کی کوتاہی، لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے دین سے دوری ہوئی تو خود وہ اولاد اور ماتحت کے لوگ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے دربار میں فریاد کریں گے جس کا نقشہ قرآن کریم میں یوں کھینچا گیا ہے کہ :۔

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا، سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا ہے ۔ اے ہمارے رب! ان کو دوہری سزا دیجئے اور اُن پر بڑی لعنت کیجئے" (بیان القرآن ص ۵۱۴)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے :۔

"سورۃ والعصر نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت دی کہ ان کا اپنا عمل قرآن و سنت کے تابع کر لینا جتنا اہم و ضروری ہے ۔ اتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان و عمل صالح کی طرف بلانے کی مقدور بھر کوشش کرے ۔ ورنہ صرف اپنا عمل نجات کے لئے کافی نہ ہو گا ۔ خصوصاً اپنے اہل و عیال اور احباب و متعلقین کے اعمالِ سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے ۔ اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمالِ صالحہ کا پابند ہو ۔ اس لئے قرآن و حدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی مقدرت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے ۔ اس معاملہ میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں ۔ اپنے عمل کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں ۔ اولاد و عیال کچھ بھی کرتے رہیں ۔ اس کی فکر نہیں کرتے"

(معارف القرآن ج ۸)

ایک جگہ قرآن کریم میں ارشادِ ربّانی ہے :۔

"اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے"

اور ارشاد ہوا کہ :۔

"اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے" "ہر ایک نفس جو عمل کرتا ہے اس کی ذمہ داری اُسی پر ہے" (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۴۴)

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

"اے بنی ہاشم! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز اور لوگ تو اپنے اپنے اعمال صالحہ لے کر آئیں اور تم اعمالِ صالحہ سے غفلت برتو اور صرف میرے نسب کا بھروسہ لے کر آؤ اور میں اس روز تم سے یہ کہوں کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا" (سورہ البقرہ)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ :۔

"جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈالا اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا"

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر اپنا فضل و کرم فرمانا چاہتے ہیں اور اس کی قسمت میں ایمان حاصل کرنا ہوتا ہے تو کوئی شخص یہودی، نصرانی اور مجوسی وغیرہ کے ہاں پیدا ہونے اور ان کے بے دینی کے ماحول میں پروان چڑھنے کے باوجود مسلمان ہوتا ہے اور بعض تو ماشاء اللہ نہایت پکے اور سچے مسلمان بن کر دین کے داعی سپاہی اور مبلغ بن کر زندگی گذارتے ہیں ۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زندگی کے واقعات کتابوں میں بھرے پڑے ہیں ۔ اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے ۔ تاکہ ہمیں دین و اسلام اور ایمان و یقین کی پختگی نصیب ہو۔

اس میں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ بلا کسی محنت مشقت اور مجاہدہ کے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے کسی کو دین کی دولتِ عظمیٰ سے نواز دیتے ہیں۔ وہ ہمارے خالق و مالک ہیں۔ ان کا ہم پر پورا حق ہے وہ جس طرح چاہیں کریں۔ اُسی کا کرم ہے۔ کہ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو ایمان کی دولت سے نوازا جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے ۱۰ بچیوں کو زندہ درگور کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ ننگی تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے نکلے تھے لیکن ایمان سے نوازے گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ جن کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ لیکن اللہ نے ان کو بھی ایمان کی دولت عطا فرمائی، اور سیف اللہ بنے۔

اگر دیکھا جائے تو یہ سب حضرات حق کی تلاش میں تھے اور جب کوئی حق کی تلاش میں سرگرداں ہوتا ہے تو اللہ در قَالُوا بَلیٰ" کی چنگاری اس کے قلب میں بھڑکا دیتے ہیں۔ اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر دوزخ سے نجات اور جنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ آج کے نازک دور میں بھی CAT STEVEN جیسا مشہور و معروف گویا جب حق کی تلاش میں جستجو کرتا ہے تو اللہ پاک اسے ایمان سے نواز کر "یوسف اسلام" بنا دیتے ہیں۔ اور (CAUCICUS CLAY) محمد علی بن جاتا ہے اسی طرح کئی متشدد کافر و مشرک دولتِ اسلام سے نوازے جاتے ہیں ابھی ابھی ہمارے ہاں ایک پادری مسلمان ہوا اور دین سیکھنے کی بڑی کوشش کر رہا ہے اور داڑھی رکھنی بھی شروع کر دی اور جو بدنصیب دین پر محنت نہیں کرتا اور پرواہ نہیں کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی بھی دین سے

نکال کر اس طرح پھینک دیا جاتا ہے جس طرح آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔ اور باوجود ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچار کرنے کے آپ کے چچا ابو طالب کو ایمان میسر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کے دین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دین کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ قانون ضابطہ اور سنت ہے۔ کہ جو شخص دین کی راہ میں اخلاص سے کوشش کرے گا اللہ پاک اسے دین کی دولت سے نوازیں گے اور دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائیں گے۔ جس کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ اور بے وقعت ہیں۔ لہٰذا مسلمان اس دھوکہ میں نہ رہے کہ ہم پیدائشی مسلمان ہیں تو مرتے وقت تک ہم ایمان کے ساتھ ہی رہیں گے واضح رہے کہ "اہل جنت" وہ ہیں جو جنت میں جانے کے لائق والے کاموں میں لگے رہیں یہاں تک کہ ان کا خاتمہ بھی کسی ایسے ہی کام پر ہو جو اہل جنت کا کام ہے۔ اور دوزخی وہ ہے جو دوزخ میں جلنے کے کام میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بھی کسی ایسے ہی کام پر ہو جو اہل دوزخ کا کام ہے۔

اسلام کسی کی آبائی جایئداد نہیں ہے۔ یہ تو اسی کا ہے جو اس پر اخلاص سے چلے۔ کسی سے بھی ملک یا قوم یا خاندان کی بنا پر اسے کوئی تعلق یا نفرت نہیں۔ اسے تو بس ان لوگوں کی ضرورت ہے جو اس راہ پر چلنے والے ہوں خواہ ان کا کوئی ملک، قوم، خاندان یا رنگ ہو۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب ہو کر بھی دین کی راہ نہیں چلے گا تو وہ اہل دوزخ سے ہو گا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے حبشی اور غلام بھی دین کی صحیح راہ اختیار کریں گے تو اہل جنت سے ہوں گے۔

مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ کا جنازہ جب کہ قبر میں اتارا تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جوش غم میں قبر سے خطاب کر کے کہا۔ اے قبر! تجھے خبر بھی ہے کہ ہم کس کا جنازہ لے کر آئے ہیں؟ یہ بیٹی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ خاتون ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی۔ یہ والدہ ہیں حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی۔ یہ فاطمۃ الزہرا جنت کی بیویوں کی سردار ہیں۔

قبر سے آواز آئی کہ اے ابو ذر رضی! قبر حسب نسب بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں تو عمل صالح کا ذکر کرو۔ یہاں تو وہی آرام پائے گا جس کے عمل صالح ہوں گے۔ جس کا دل سلامت ہو گا (اکرام المواعظ از زیارت القبور صلا)

سو میرے بھائیو اور عزیزو! اسلام دین ایمان ویقین اُسی کو نصیب ہوتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اسے حاصل کرنے کی سعی کرے چاہے وہ کافر ومشرک ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اَفَمَن شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (پ ۲۳ ع ۱۷)

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے (بیان القرآن صہ ۵۵۴)

اور اگر کوئی بدنصیب اس کے لئے کوشش نہ کرے وہ مسلمان تو کیا نبی و رسول کے گھر میں بھی پیدا ہو کر اسلام سے نکل جاتا ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا حال ہوا۔

نوٹ۔ اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لئے معارف القرآن ج ۴ ص ۱۱۳۔ فضائل جلد (۱) باب اول اور ماہنامہ الاسلام برطانیہ کا خاص اولاد و نسل نمبر دیکھیں، انشاء اللہ فائدہ ہو گا۔

آیت شریفہ | یقیناً ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور دوزخ کے عذاب سے بچے۔ یقین رکھئے کہ اللہ پاک بھی یہی چاہتے ہیں کہ میرے بندے میری پکڑ اور دوزخ کے بھیانک عذاب سے محفوظ رہیں۔ خصوصاً اللہ کے وہ بندے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے والے ہوں۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (پ ۲۸ ع ۱۹)	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (بیان القرآن ص ۲۷۷)

اس آیت شریفہ کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:-

"بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہو گا جس کے اہل و عیال دین سے جاہل و غافل ہوں" (معارف القرآن ج ۸ ص ۵۰۳)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:-

" اس آیت میں عام مسلمانوں کو حکم ہے کہ جہنم کی آگ سے آپ کو بھی بچائیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی پھر جہنم کی ہولناک شدت کا ذکر فرمایا۔ اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ جو اس جہنم کا مستحق ہو گا وہ کسی زور طاقت جتھہ یا خوشامد یا رشوت کے ذریعہ ان فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا جو جہنم پر مسلط ہیں جن کا نام زبانیہ ہے۔

لفظ اہلیکم میں اہل و عیال سب داخل ہیں (بیوی، اولاد، غلام، باندیاں سب داخل ہیں) اور بعید نہیں کہ ہمہ وقتی نوکر چاکر بھی غلام باندیوں کے حکم میں ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر سمجھ میں آگئی۔ مگر اہل و عیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ان سب کو منع کرو۔ اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اہل و عیال کو بھی حکم کرو۔ تو یہ عمل جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔ (روح المعانی)

حضرات فقہانے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل کرے جو کہتا ہے کہ اے میری بیوی بچو! تمہاری نماز، تمہارا روزہ، تمہاری زکوٰۃ، تمہارا مسکین، تمہارے پڑوسی۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کے ساتھ جنت میں جگہ فرمائیں گے۔ (مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا خیال رکھو کہ اس میں غفلت نہ ہونے پائے) (معارف القرآن ص ۵۰۲ ۔ ج ۸)

اولاد کی تعلیم و تربیت کے بارے میں مورخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں ۔

ظاہری اور جسمانی نشوونما کے بعد اولاد کی باطنی و روحانی تربیت کا درجہ ہے۔ قرآن پاک کی اس مختصر آیت شریفہ میں جو صرف چار لفظوں سے مرکب ہے اس حق کو ایسے جامع طریقہ سے ادا کر دیا ہے کہ اس کی تفصیل و تشریح میں دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہیں۔

> فرمایا کہ ..... اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچانا خاندان کے بزرگ کا فرض ہے۔ یہ آگ جہنم کی آگ ہے مگر اس سے مقصود ان تمام برائیوں، خرابیوں اور ہلاکتوں سے اُن کی حفاظت ہے جو بالآخر انسان کو دوزخ کی آگ کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اسی طرح گھر کے سردار پر اولاد کا اخلاقی تربیت، دینی تعلیم اور نگہداشت کا فرض عائد ہوتا ہے۔" (سیرت النبی ج ۶ ص ۱۲۶)

سماج کی اصلاح اور ہماری ذمہ داریاں

ہمارا سماج جس تیزی سے زوال کی طرف بڑھتا جا رہا ہے اس کے بنیادی اسباب پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اس زوال کا اصل سبب مذہب سے بیزاری اور غیر مذہبی رجحانات کا فروغ ہے جس کے نتیجہ میں قتل و غارت گری، لاقانونیت (وغیرہ سب کچھ برائی) کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

سماج کو زوال سے بچانے کی ذمہ داری جس طرح معاشرہ کے ہر شخص پر لاگو ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ گھر کے ذمہ دار اور خود والدین پر بھی ہوتی ہے۔ اگر اولاد کی تعلیم و تربیت پر پوری پوری توجہ دی جائے (جیسا کہ قرآن و حدیث میں فرمایا گیا ہے) اور اولاد کی تربیت اچھی سوسائٹی اور بہتر ماحول میں ہو۔ تو یہی نوجوان نسل اچھے شہری کی حیثیت سے سماج سدھار کے لئے بنیادی کردار پیش کر سکتی ہے۔

قرآن کریم نے یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ "اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ" فرما کر اس شرعی اور اخلاقی ذمہ داری اور بنیادی فریضہ کا احساس دلایا یعنی جس طریقہ سے تم تعلیمات اسلامی پر مکمل طور پر کاربند رہنے اور اپنی زندگی کو اسلامی اصول کے مطابق ڈھالنے کے ذمہ دار ہو اسی طریقہ پر تم پر اپنے متعلقین اور زیر کفالت افراد کی اصلاح کی پوری پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری کی تاکید فرمائی کہ

"تمہارے میں کے ہر شخص کی مثال چرواہے (نگہبان) کی ہے اور ہر شخص سے بروز قیامت اس کے ماتحت افراد کے (دین کے) بارے میں سوال کیا جائے گا"۔ اس حدیث پاک کی یہ تفصیل بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ بادشاہ وقت سے اس کی رعیت کے بارے میں اور گھر کے ذمہ دار سے اس کے اہل و عیال اور زیر کفالت افراد کے بارے میں روز قیامت سخت بازپرس ہو گی کہ گھر کے سرپرست کی حیثیت سے اس نے کس حد تک اپنی ذمہ داری کو پورا کیا اور کہاں تک زیر پرورش افراد کو صحیح تعلیم و تربیت دینے میں کامیاب رہا۔

اس طرح قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۔ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے قریبی لوگوں کو ڈرائیے۔ یعنی سب سے پہلے جن لوگوں کی اصلاح کی ذمہ داری ہے وہ قریبی افراد ہیں (جہیز ص۱۰)

اولاد کی تربیت و تعلیم کا طریقہ جب بچہ باشعور ہونے لگے تو اول اسے خدائے پاک کا نام اور کلمہ طیب سکھانے کی کوشش کرے جب سمجھدار ہو تو اولاً مکتب یا گھر میں دینیات کی تعلیم شروع کی جائے۔ اس کے سامنے کوئی نازیبا حرکت ہرگز نہ کرے۔ اور کوئی غلط بات اس سے صادر ہو تو اسے ہمیشہ روکنے کی کوشش کرے۔ حلال روزی کا پورا اہتمام کرے۔ والدین اس کی صلاح و فلاح کی دعائیں کریں۔ اس کی تربیت و تعلیم کا پورا لحاظ کیا جائے۔ غفلت ہرگز نہ برتی جائے۔ ماں کی گود تو بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ ہے۔ اہل و عیال کی تربیت اور دینی کتب کی تعلیم پابندی سے کرے۔ مختلف احوال و اوقات کی دعائیں سکھائیں۔ نوانشاء اللہ گھر میں ایک قسم کا مدرسہ اور خانقاہ بن جائے گا اور گھر والے صحیح رخ پہ پڑ جائیں گے۔ (تحفۃ النکاح ص۶۲)

اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ اولاد اور بیوی اور مال وغیرہ اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست امانت ہے بلکہ آزمائش ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (پ۹ ع۱۶)

اور تم (اس بات کو) جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور (اس بات کو بھی جان رکھو کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر (موجود) ہے (بیان القرآن ص۹۵)

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ پ۲۸ (۱۰۴)

تمہاری اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے اور (جو شخص اس میں پڑ کر

کو یاد رکھے گا تو) اللہ کے پاس (اس کے لئے) بڑا اجر ہے (بیان القرآن ص۲۱۸)

انبیائے کرام کی اولاد | حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ (مواعظ ص۲۸۷ ج۱) نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد بھی وہی مقبول ہے جوان کے قدم بقدم ہو اور ان کے طریقہ پر چلتی ہو اور جو اولاد ان کے طریقہ پر نہ ہو وہ تو ایسی ہے۔ جیسے غلط لکھا ہوا قرآن۔ اس کا نہ ایسا ادب ضروری ہے اور نہ اس کی بے ادبی کرنا جائز ہے۔ ادب تو اس لئے نہیں کہ وہ صحیح قرآن نہیں اور بے ادبی اس لئے نہیں کی جائے گی کہ کچھ تو قرآن کی آیتیں بھی اس میں ملی ہوئی ہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام کی زیادہ نظر اس پر ہے کہ دین کا نفع ہو اور چاہتے ہیں۔ کہ اولاد ہو تو ایسی ہو جو ہمارے طریقہ پر چلے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے دعائیں فرمائی تھیں[1]

اس سے ہم کو یہ سبق سکھایا کہ اپنی اولاد کے لئے دنیا سے زیادہ دین کا انتظام کرنا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم کہاں تک اپنی اولاد کے حق میں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلتے ہیں اور کس قدر ان کے دین کا انتظام کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ اپنی اولاد کا حق ادا نہیں کرتے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ زیادہ توجہ نری دنیا پر ہے۔

فرمایا۔ ہم میں اس وقت ایک بڑا مرض ہے یعنی دین کا خیال کم کرنا۔ اور یہ وہ مرض ہے کہ اس کی بدولت آج ہم مسلمان کہلانے کے قابل نہ رہے۔ اور اس کی بدولت اکثر حصہ دین کا ہم سے نکل گیا۔

معلوم ہوا کہ کسی کی ہدایت اور گمراہی کی ذمہ داری انبیاء و رسل پر نہیں رکھی گئی۔ بلکہ نبیوں یا رسولوں کا مشن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور پیغامات کو انسان تک پہنچا دے۔ اس آیت شریفہ میں مسلمانوں اور مومنوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم میرے ہو کہ یعنی مجھ پر ایمان لانے کے بعد ہرگز ایسی غفلت اور نافرمانی نہ کرو کہ تم جہنم کا ایندھن بن جاؤ۔ میں نے تمہیں جنت کے لئے پیدا کیا ہے لہذا تمہارا کام یہ ہے کہ اہل جنت والے کاموں میں زندگی گذارو اور اسی طرح اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ تاکہ موت اور موت کے بعد کی زندگی میں عیش و آرام کی زندگی نصیب ہو۔

دوزخ کا ایندھن | اس آیت شریفہ میں بتایا گیا ہے کہ دوزخ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ یعنی جہنم کی آگ کے جلنے کی چیزیں انسان اور پتھر ہوں گے۔ بندہ کا مشورہ ہے کہ اس سلسلہ میں ہمارا رسالہ ماہنامہ الاسلام برطانیہ کا خاص اولاد و نسل نمبر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات صحابہؓ ہیں۔ اللہ سے ڈرنے کے واقعات ضرور پڑھیں۔ ہم یہاں دو چار واقعات عبرت کی خاطر نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ہمیں بھی خوف خدا نصیب ہو۔ اور ہم بھی دوزخ کے ایندھن سے بچنے کی کوشش کریں۔

ایک پتھر کا رونا | ایک بزرگ نے ایک پتھر کو دیکھا کہ رو رہا ہے۔ بہت رحم آیا اور بذریعہ کشف معلوم کیا کہ کیوں

---

[1] ربنا وابعث فیہم رسولاً (الآیۃ)

رو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ جب سے یہ آیت شریفہ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالحِجَارَةُ ۔ یعنی دوزخ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اُتری ہے جب سے برابر رو رہا ہوں۔ اُس بزرگ نے اللہ سے دعا کی کہ اس پتھر کو دوزخ سے بچایا جائے۔ جو قبول کر لی گئی۔ (مواعظ حکیم الامت ج ا ص ۳۵)

ایک بزرگ کا رات بھر رونا

ایک بزرگ رات بھر روتے اور پریشان رہتے تھے۔ جب بیوی تقاضا کرتی تو آرام کرتے لیکن تھوڑی دیر بعد پھر چونک کر اٹھ بیٹھتے اور فرماتے کہ کیا کروں کہ یہ آیت شریفہ سونے نہیں دیتی

(ایضاً ج ص ۲۰۶)

اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ رات بھر روتے تھے۔

ایک بچے کا رونا

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالحِجَارَةُ ۔ ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (بیان القرآن ص۲)

ف۔ ایک بزرگ نے ایک لڑکے کو دیکھا جو رو رہا تھا۔ دریافت کیا کہ بیٹا کیوں روتے ہو؟ لڑکے نے کہا کہ آج میں قرآن پاک کی اس آیت شریفہ کا سبق پڑھ کر آیا ہوں اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں بتایا ہے کہ جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اور میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میری ماں جب چولھے میں جلانے کے لئے بڑی بڑی لکڑیاں رکھتی ہے اور انہیں آگ لگاتی ہے تو ان بڑی لکڑیوں کو اگر آگ نہ لگے تو وہ نیچے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں رکھ دیتی ہے تاکہ انہیں آگ لگ کر بڑی لکڑیوں کو آگ لگ جائے۔ میں ڈر رہا ہوں کہ اگر جہنم میں بڑے بڑے نافرمان ڈالے جائیں گے اور اگر انہیں آگ نہ لگی تو خدا کہیں مجھ جیسے چھوٹوں کو بھی (آگ جلانے کے لئے) اندر نہ ڈال دے۔

ہائے افسوس! اس بچے کو تو اتنا خوف لیکن ہم نے بڑی بڑی عمر ہو جانے کے باوجود خدا کے خوف سے کبھی ایک آنسو بہایا

ایک سبق آموز واقعہ

حضرت منصور ابن عمارؒ ایک دن شہر کے کسی کوچے سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک مکان سے ایک شخص کے رونے اور اللہ رب العزت کی جناب میں گڑگڑا کر مناجات کرنے کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”اے آسمانوں اور زمینوں کے مالک! اے میرے آقا و مولا! ہر چند کہ میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا چاہتا ہوں مگر شیطان و نفس جیسے ہر وقت گھیرے رہتے ہیں اور لذات دنیا کی طرف بلاتے ہیں اور عذاب دوزخ اور آفات قیامت کو دل سے جھٹلاتے ہیں۔ ایسی حالت میں اے اللہ! سوائے تیرے فضل و کرم کے اور کون میرا حامی اور مددگار ہو سکتا ہے“

اس شخص کی یہ مناجات سن کر حضرت منصور نے باہر سے یہ آیت پڑھی۔

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(اے ایمان والو) اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (باقی ص۶۳ پر)

ہر محفل کا میزبانِ خصوصی
رُوح افزا
تقریب کی نوعیت پر منحصر نہیں۔ کوئی موقع ہو، کیسی ہی محفل ہو،
ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے رُوح افزا پیش پیش۔
فرحت، تازگی اور توانائی کے لیے بے مثال
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں لازوال۔
ہر محفل کا میزبان خصوصی
رُوح پاکستان۔ رُوح افزا
راحت جان۔ رُوح افزا
ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں
خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے
ADARTS
HMD-6/87

UNIFOAM
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یوُنی فوم

مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی

تدریب الغزاۃ

افغانستان کے محاذِ جنگ سے

زندگی میں دینی خدمات کی مختلف صورتیں دیکھنے میں آئیں۔ دینی مدارس میں اپنی پوری زندگی گذری اور بحمدہ تعالےٰ گذررہی ہے تبلیغی جماعت کا اصلاحی مورچہ بھی ناآشنا نہیں ہے۔ خانقاہی ذکر واذکار کی گونج اور محاسبۂ نفس کی دلپذیر خاموشیاں واقعی دلکش ہیں۔ سیاسی محاذ پر لادین طاقتوں کے مقابلہ کے مناظر بھی اندر اور باہر سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ دینی جرائد اور تالیفی و تصنیفی خدمات کے ذریعے اہلِ باطل کا تعاقب بھی بحمداللہ پیشِ نظر ہے۔ بایں ہمہ اگر تدریب الغزاۃ کا یہ ایمان افروز دارالعلوم بلکہ صحیح تر دارالعمل دیکھے بغیر موت آجاتی تو عالمِ برزخ میں خدانا کردہ ایمانی ثلمہ (خلل) کا صدمہ سہنا پڑتا۔ باطل کے مقابلہ میں سابق الذکر یہ تمام کوششیں اگر صحیح نہج پر چلائی جائیں تو بلاشبہ قابلِ صد تحسین اور شرعًا نہایت ضروری ہیں۔ مگر حرکۃ الجہاد الاسلامی کا یہ مدرسہ دیکھ کر مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ذروۃ سنامہ الجہاد کے مطابق ان تمام اداروں کی عزت و آبرو جہاد کی اسی اعلیٰ ترین صورتِ قتال ہی سے وابستہ ہے اور اسی کے کل پرزے اسی مدرسۃ التدریب میں تیار ہو رہے ہیں۔ کہنے والے نے جس خیال سے بھی کہا ہو مگر تربیت المجاہدین کے اس مدرسہ کو دیکھ کر مجھے یقین آگیا ہے کہ

ع ملا کی اذان اور مجاہد کی اذان اور

ایک شاعری اور افسانہ نہیں بلکہ حقیقتِ واقعیہ ہے۔ تعلیم و تعلم، تبلیغ و ابلاغ، تلقین اور جدوجہد فی الریاضات کی تمام شکلیں لغۃً جہاد ہیں۔ اور ان سب میں اُن سب درجات کی امید ہے جو فضائلِ جہاد کے ابواب میں مذکور ہیں۔ لیکن جیسا کہ صاحبِ مرقاۃ نے فرمایا ہے کہ شرعًا جہاد نام ہے: بذل الجهود في قتال الكفار مباشرةً ومعاونةً بالمال والرأي او بتكثير السواد او غير ذلك۔ تولند وۃٌ او روحة في سبيل الله۔۔۔ الخ اور لا يجمع الغبار۔۔۔ الخ جیسے فضائل کا اصل محمل جہاد کی یہی صورتِ قتال ہے اور دینی خدمات کی باقی صورتیں اس پر محمول۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ جہادِ افغانستان نے فریضۂ جہاد کی ادائیگی میں جو پورے عالمِ اسلام

کی راہنمائی کی ہے اور مشرق و مغرب و عرب و عجم تک مسلمانوں میں بیداری کی ایک برقی لہر دوڑا دی ہے، اس میں علومِ دینیہ کے طلبہ کرام اور علماء و مشائخ کا ہی بھرپور حصہ ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک حمداً کثیراً اللّٰھم زد فزد ولا تنقص۔

واقعہ یہ ہے کہ مٹھی بھر سچے مسلمانوں نے چونکہ وطنیت اور قومیت پرستی کی لعنتوں سے بالاتر رہ کر مذہب اور اسلام ہی کے جذبہ سے چونکہ یہ مبارک اقدام کیا ہے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل جیت لیے، اور ہر طرف سے ان کی نہ صرف مالی اور اخلاقی امداد کی گئی بلکہ ہزاروں نوجوان اپنی جانوں پر بھی کھیل گئے ـــــ پھر نصرتِ خداوندی کے وہ مناظر غازیانِ کرام نے دیکھے جو اسلام کے دورِ اوّل کے مجاہدین کے حالات میں تاریخ کے صفحات پر دیکھنے میں آتے رہے۔ اور نتیجتہً دنیا کی ایک مشہور سُپر طاقت کو ذلیل شکست ماننی پڑی۔

لیکن کفّار کو شکست دینے کے بعد ایک اور مشکل ترین مرحلہ اب کُفر کو شکست دینے کا باقی ہے۔ کافر چلا گیا مگر کُفریہ نظام کا تخم ڈال کر، جسے اُس کے پسماندگان نجیبی حلقہ سینے سے لگائے بیٹھا ہے۔ جس طرح غاصب کافر کا نکالنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ تھا، کفریہ نظام اور اس کے محافظین کا مقابلہ بھی بالکل اسی طرح ان کا مذہبی فریضہ ہے۔ اور جب تک کُفریہ نظام اور اس کے محافظین کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا اُس وقت تک مسلمانوں کا چین سے بیٹھنا نہ صرف ناجائز اور حرام ہوگا بلکہ تقریباً پندرہ لاکھ شہداء کرام (اعلیٰ اللہ درجاتہم) کے پاک دماء (خون) سے غدّاری کے مترادف سمجھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس غدّاری سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے آمین۔

پس رُوسی ایجنٹوں کا یہ پراپیگنڈہ بالکل غلط، دھوکہ اور مسلمانوں کو فریب دینا ہے کہ جب رُوس چلا گیا تو اب کس سے جنگ لڑی جا رہی ہے! جواب یہ ہے کہ جنگ کفریہ نظام اور اُس کے محافظین کے ساتھ ہے اور مجاہدین کا اصل ہدف یہی ہے۔ قومیت اور وطنیت کے بُت سے مسلمانوں کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام سوز نظام سے اس کی لڑائی ہے ـــــ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال کو اُچھالا تو بہت جاتا ہے مگر اس کی بات کو نہیں سُنا جاتا، وہ کہتا ہے ؎

اِن تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو اس کا پیرہن ہے وہ ملّت کا کفن ہے

الحمد للہ کہ اسلام کے فدائی اور جذبۂ جہاد کے شیدائی ایسی فضول باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ لیکن افسوس اُن لوگوں پر ہے جو ان باتوں کو معمولی سمجھ کر مجلس سازی کے طور پر انہیں اُچھالتے رہتے ہیں۔ ہم اُن کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ ایسی باتیں کر کے اپنے ایمان کو خراب نہ کریں۔ آپ ان شہداء کرام اور ان مجاہدینِ عظام کے حالات تو پڑھیں اور شریکِ جہاد خوش قسمت غازیانِ محترم سے اُن کے چشم دید واقعات تو سُنیں، آپ کو

حیرت ہوگی کہ یا اللہ! یہ چودہ سو سال پہلے بدر و اُحد کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے یا چودہویں بلکہ پندرہویں صدی کے مجاہدینِ افغانستان اور حرکۃ الجہاد الاسلامی کے جیالے نوجوانوں کے واقعات ہیں۔

ہمیں بتایا گیا کہ مولانا زبیر احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ٹانگ جب پھٹنے سے ہوا میں اڑگئی، آپ خون خون میں لت پت ہوگئے تو بھی ایمانی جرأت کی یہ کیفیت تھی کہ کلاشنکوف کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور کمال یہ کہ جب ساتھی ان کو سنبھالنے کے لیے پہنچے تو فرمایا میں اپنا دفاع کرسکتا ہوں، وہ دیکھو فلاں فلاں ساتھی زخمی پڑے ہیں اور اُن کے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے، جاؤ اُن کی خبر لو، مجھے چھوڑ دو۔

کیا یہ مقامِ بدر کے اس واقعہ کی عینی تصدیق نہیں ہے کہ پانی کا گلاس منہ سے لگانے والا جب العطش کی آواز سنتا ہے تو گلاس کو اپنے منہ سے ہٹا کر دوسرے ساتھی کو دے دینے کی خواہش کرتا ہے۔ فما اشبه الیوم بالبارحه ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است
خم و خم خانہ با مہر و نشاں است

کہتے ہیں کہ مولانا ارشاد احمد شہیدؒ کا جب سارا بدن چھلنی ہوگیا تھا تو بھی شوقِ شہادت میں نہ صرف آگے بڑھتے رہے بلکہ عین اس حالت میں بھی ساتھیوں کو پکارا کہ میں تو جنت میں جا رہا ہوں، جسے جنت دیکھنی ہو میرے پیچھے چلا آئے۔

مجاہد نصر اللہ منگڑیال اکیلا دشمن کے تین ہیلی کاپٹروں کا مقابلہ کرتا ہے اور وہ آسمان سے گولیاں برسا رہے ہیں، اس کے منہ کے اندر تک گولیاں پہنچکر رخسار کی طرف سے نکل جاتی ہیں، مگر اس کے ہوش و حواس بالکل سالم ہیں، وہ سب کو بھگا کر آج تک کفر کو للکار رہا ہے۔

مجاہدین کے پاس میگزین ختم ہو جاتے ہیں، انہیں اپنے قید ہو جانے کا یقین ہو جاتا ہے کہ اچانک دشمن ہتھیار ڈال کر تسلیم ہو جاتا ہے، جب تحقیق کی جاتی ہے تو وہ بتاتے ہیں کہ اس ٹڈی دل سفید پوش فوج کا مقابلہ ہمارے بس کا روگ نہیں تھا، مجاہد تو صرف چند گنے چنے آدمی تھے، یہ سفید پوش فوج کون تھی؟ کیا یہ ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

کی تصدیق نہیں ہے؟

شہید اپنے باپ کے اس کہنے کے جواب میں کہ اگر تو سچا شہید ہے، حالانکہ میری اجازت کے بغیر آیا ہے، تو مجھ سے مصافحہ کرے، شہید اپنے زخم پر رکھے ہوئے ہاتھ کو زندوں کی طرح اٹھا کر باپ سے مصافحہ کرتا ہے اور

اس کا ہاتھ اس زور سے پکڑ لیتا ہے کہ اس کو اپنا ہاتھ چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔

پندرہ لاکھ شہداء کے کارنامے حدِ شمار سے بہت زیادہ ہیں، اِن لوگوں کے خلاف آواز سے کسنا اپنی تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر ان کی لڑائی دُنیا عصر کی طرح کرسی کی لڑائی ہوتی تو رب کریم انہیں یہ اعزاز ہرگز نہ بخشتا، دشمن کے دل میں رعب کا آجانا اور مجاہد کے دل کو مضبوط سے مضبوط کر دینا مجاہدِ اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور اس قسم کے واقعات جہادِ افغانستان میں بے شمار دیکھے گئے ہیں۔ نمونہ کے لیے ملاحظہ کیجئے "ماہنامہ الارشاد" اسلام آباد، پوسٹ بکس ۱۶۶۳ "، اور" الفاروق، کراچی مدرسہ فاروقیہ" کا خصوصی نمبر۔ کاش کہ پاکستان کے دینی جرائد غازیانِ اسلام، مجاہدینِ افغانستان کے تفصیلی حالات شائع کرکے اپنا اسلامی فریضہ ادا کرتے۔

مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہو تو برادرِ محترم مولانا نور محمد صاحب خطیب جامع مسجد وانہ وزیرستان کی تالیف "جہادِ افغانستان" کا مطالعہ فرمائیں۔

روسی ایجنٹوں کا تو کوئی علاج نہیں اُنہیں تو اپنا حقِ نمک ادا کرنا ہے، لیکن بھولے بھالے مسلمانوں کو نیان ایمان سے بچنا چاہیئے، اس دھوکہ میں نہیں آنا چاہیئے کہ اب یہ مجاہد مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں۔

یہ مجاہد روسی، کافر، غاصب کو بھگا کر اب کفریہ نظام، کفریہ قوانین اور ان کے محافظین سے لڑ رہے ہیں۔ خدارا کچھ تو سوچیے، آخر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کس کے ساتھ لڑ رہے تھے؟ کیا وہ کافر تھا جس کے مقابلہ کے لیے کربلا کا معرکہ گرم ہوا، اور پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس معرکہ میں کتنے شہید ہوئے اور وہ کون تھے۔ کیا کسی کا ایمان یہ گوارا کرسکتا ہے کہ یہ کہدے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرسی کے لیے لڑ رہے تھے! کیا آج کے لیڈر شہداء کربلا علیہم الرضوان کو بھی یہ طعنہ دیں گے کہ مسلمان کرسی کے لیے مسلمان سے لڑ رہا تھا۔ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ دارا شکوہ سے لڑے اور اُس وقت کے جید علماء اور سلاسلِ اربعہ کے مشائخ عظام قدس اللہ اسرارہم نے کیا عالمگیرؒ کا ساتھ نہیں دیا تھا؟ اُس وقت تو کسی کو یہ نہ سوجھی کہ مسلمان مسلمان سے لڑ رہا ہے، یہ جہاد نہیں اس میں جانا ناجائز ہے۔

دوستو! پراپیگنڈہ یعنی غلط بات کو بار بار دُہرانا ایک ذلیل فن ہے، یورپ اس کا ماہر اور منافقین اسکے مُوجد ہیں۔ اور سیدھے سادے مسلمانوں کا اس جال میں پھنس جانا ایک افسوسناک ہے ـــ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان ہر منکر کو بدلنے پر مامور ہے، حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے:۔
من رآی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ ـــ اب منکر کی سرپرستی روس کرے تو مسلمان اس کا مقابلہ کرے گا، وہی منکر اگر کسی مسلمان کی سرپرستی میں پھلنا اور پھولنا چاہے تو اُمت کا فرض ہوگا کہ منکر کے اس

مہر پرست کے ساتھ وہی سلوک کرے جو غیر کے ساتھ کرتا رہا۔ فقہاء کرام نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ اگر کوئی قوم متفق ہو کر اذان دینا بند کر دے تو بادشاہِ اسلام کا فرض ہے کہ اس (قوم) کے ساتھ قتال کرے ۔۔۔ اور یہاں اسلام کے پورے کے پورے نظام کی بات ہے، خدائے قہار و جبار، اُس کے پیارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُس ذات پاک کے نازل کردہ قوانین کے ساتھ مسخرہ اور استہزاء کا معاملہ ہے۔ یہ ساری باتیں رُوسی، پرچمی اور خلقی لوگوں کے کفریہ عقائد اور اسلام سے استہزاء کرنے سے قطع نظر کرتے ہوئے عرض کی گئی ہیں ۔۔۔ کیا یہ لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجاہدین کرام ان لوگوں کو معاف کر دیں جنہوں نے اسلامی نظام کو ختم کر دینے اور کفریہ قوانین اور انکارِ خدا پر مبنی نظام کو سہارا دینے کے لیے پندرہ لاکھ مسلمانوں کا خون بہایا ہے، جن میں قطب زماں سیدنا حضرت نور المشائخ مجددیؒ اور حضرت نقیب صاحبؒ کے خاندانوں کے ہزاروں علماء اور مشائخ بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے دینی مدارس، مساجد اور خانقاہوں کی وہ بے حرمتیاں کیں کہ جن کو سنکر کافر بھی شرما ئے۔

ایک بات یہ بھی اڑا دی جاتی ہے کہ ایک فریق کو رُوس امداد دے رہا ہے اور دوسرے کو امریکہ۔ تو گویا یہ دراصل روس اور امریکہ کی لڑائی ہے نہ کہ اسلام کی۔ انا للہ .....

درحقیقت یہ بھی کھلا دھوکہ اور فریب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روس کافر نے افغانستان کے اسلامی ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہا تو غیور افغانیوں نے اس کو برداشت نہ کیا اور بنام خدا جہاد کا آغاز کر دیا۔ دو چار سال تک تو یہ بندوقوں اور پیٹرول کی بوتلوں سے ان کا مقابلہ کرتے رہے، نجیب اور اس کے پیشروؤں کی بدبختی کہ انہوں نے غاصب روسیوں کا ساتھ دیا۔ ادھر امریکہ اور اس کے بلاک نے بلاشبہ اپنے ہی مفاد میں مجاہدین کا ساتھ دیا، مجاہدین امریکہ کے لیے نہیں لڑ رہے جس طرح کہ نجیبی حلقے روس کے لیے لڑ رہے ہیں، بلکہ امریکہ نے تو روس کی ہوس وسعت پذیری کو روکنے کے لیے مجاہدین کا ساتھ دیا۔ اور یہ "مالِ موذی بدستِ غازی" کی ایک زندہ مثال ہے، اس کی نظیر ابتداءِ اسلام کے وہ واقعات ہیں جو کہ فتح مکہ مکرمہ سے پہلے کفار کے بعض قبیلوں نے قریشِ مکہ کا ساتھ دیا، اور بعض قبائل نے جو غیر مسلم ہی تھے، اپنے ہی مفاد میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہو گئے ۔۔۔ اب کوئی ڈھیٹ سے ڈھیٹ اور بے دین سے بے دین بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مقابلہ غیر مسلم قبائل میں تھا اور ایک فریق مسلمانوں کو (معاذ اللہ) استعمال کرتا رہا بلکہ مقابلہ کفر و اسلام کا تھا، مگر کفر کے بعض قبائل اپنے ہی مفاد میں مسلمانوں کے حلیف بن گئے تھے ۔۔۔ یہاں بھی بالکل ایسا ہی ہے کہ مقابلہ مجاہدین اور رُوس میں ہے، مقابلہ اسلامی نظام اور کفر کے نظام میں ہے۔ امریکہ اپنے ہی فائدہ کے لیے مجاہدین کا ساتھ دے رہا ہے اور بدبخت نجیب اور اس کے ساتھی رُوس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب رُوس کے بھاگ جانے کے بعد امریکی بلاک بنیاد پرست مسلمانوں کو شک و شبہ سے دیکھنے لگا ہے کیونکہ اسلام کا

یہ بھی ویسا ہی دشمن ہے جیسا کہ روس، اُس نے مجاہدین کی مدد رُوس کی وُسعت پذیری روکنے کے لیے کی نہ کہ اسلام سے ہمدردی کے لیے۔ ایسے میں تو مسلمان کے بچّے بچّے کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے نہ کہ وہ دشمن کے مکروہ پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اپنا ایمان کھو بیٹھے۔

کچھ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ شُبہ بھی ہونے لگا ہے کہ اگر کُفر کے حملہ کی وجہ سے اب جہادِ افغانستان میں شرکت فرضِ عین ہو گئی ہے تو یہ کثیر التعداد علماء اور مشائخ جو خود محاذ پر نہیں پہنچتے تو یہ سب گنہگار ہو گئے اور یہ حکم لگانا بہت مشکل ہے۔

گذارش یہ ہے کہ آپ دور سے صرف سُن ہی رہے ہیں اور وہ بھی صرف دشمن کی زبان سے، کیوں کہ پروپیگنڈا کی ساری مشنری انہی کے پاس ہے، آپ موقع پر تو جائیں، ان پندرہ لاکھ شہداء کرام میں آپ کو علماء اور مشائخ اتنی کثرت سے نظر آویں گے کہ آپ حیران رہ جاویں گے۔ یہی حالت محاذ پر مصروف مجاہدین کی ہے، اور اس کے ساتھ ہی آپ اس پر بھی غور فرمائیں کہ جہاد اور قتال میں شرکت صرف مورچہ میں بیٹھنے اور محاذ پر مقیم رہنے میں منحصر نہیں ہے۔ صاحبِ مرقاۃؒ کی جو عبارت ہم مضمون کی ابتداء میں نقل کر آئے ہیں آپ اُسے ایک بار پھر پڑھ لیں، اس میں ہے: الجهاد شرعاً بذل المجهود في قتال الكفار مباشرةً یہ مورچہ سنبھالنا اور محاذ پر جانا ہے۔ آگے ہے او معاونةً بالمال والرأي وبتكثير السواد یعنی مال اور مشورہ وغیرہ بھی جہاد ہے ــــ ہم بیقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جو لوگ محاذ پر مقیم مجاہدین کی مال سے، رائے اور مشوروں سے اور اسی طرح ان کی تائید اور اُن کے ساتھ اخلاقی ہمدردی اور اُن کی طرف سے دفاع کرنے میں لگے ہوئے ہیں وہ سب اس جہاد میں یقیناً شامل ہیں۔ این ما کانوا اور اس لیے مجرم نہیں ہیں ــــ بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس اسلامی جہاد میں مصروف مجاہدین کی نہ صرف اخلاقی ہمدردی سے محروم ہیں بلکہ ان کے خلاف شکوک و شبہات ڈال کر دینی محاذ کو کمزور کرنے کی سعئ مذموم اور مشئوم میں لگے ہوئے ہیں ــ کمزور اور بزدل پڑھے لکھے اور اَن پڑھ مسلمانوں سے اپیل ہے کہ ؏

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

تم خیر نہ پہنچاؤ مگر روسی ایجنٹوں کے ہم زباں ہو کر اپنی عاقبت کو خراب نہ کرو۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

خریدار حضرات سے گذارش ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط اردو میں لکھیں۔ (ادارہ)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

مدیر الفرقان، حال لندن

مرزا طاہر کا مباہلہ سستی شہرت کا ایک حربہ تھا

جناب مرزا طاہر احمد صاحب
امام "جماعت احمدیہ" عالمگیر

آپ کی طرف سے جاری کردہ "مباہلہ کا چیلنج" کی ایک کاپی میرے پتے پر میرے والد ماجد مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی کے نام کئی ماہ ہوئے موصول ہوئی تھی۔ میں کوئی وجہ نہیں سمجھ سکا کہ براہ راست ترسیل کے بجائے میرا واسطہ کیوں اختیار کیا گیا جب کہ ان کا مستقر انڈیا (لکھنؤ) ہے اور آپ کے مذہب قادیانیت کے خلاف ان کی طرف سے جو کچھ بھی کبھی شائع ہوا ہے وہ لکھنؤ ہی سے شائع ہوا ہے۔ اس بنا پر میں نے خود کو مکلف نہیں جانا کہ آپ کی ترسیل ان تک پہنچانے کا اہتمام کروں یا آپ کو اس بارے میں کچھ لکھوں۔

اس کے بعد کچھ دن ہوتے ہیں کہ خود میرے نام پر بھی یہ چیلنج موصول ہوا۔ مگر میں بہت مصروف تھا اس لئے معافی چاہتا ہوں کہ جواب میں دیر ہوئی۔ بہر حال عرض ہے کہ :۔

۱۔ اگرچہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کب کوئی ایسی چیز لکھی تھی جس کی بنا پر میرا نام آپ کے رجسٹر میں بحیثیت مکفّر و مکذّب درج ہوگیا۔ تاہم یہ اندراج غلط ہرگز نہیں ہے۔ میں جو کچھ آپ کے اور آپ کی جماعت کے بارے میں جانتا ہوں اس کی بنا پر تکفیر و تکذیب ہی اپنے ایمان کا تقاضا سمجھتا ہوں اور اسی لئے عین ممکن ہے کہ ۵۱ء سے ۶۷ء تک میری باقاعدہ تحریری زندگی کے دوران میں کوئی چیز میرے قلم سے نکلی ہو جو مجھے یاد نہ رہی ہو۔

۲۔ جس شہر میں میرا بچپن اور کچھ ہوش کی عمر گذری۔ وہاں ایک بڑے معزز اور موقر طبیب ہوتے تھے۔ ہمارے وہ فیملی طبیب بھی تھے۔ اس زمانہ کے اطباء اپنا ذاتی دواخانہ عموماً نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے بڑے طبیبوں کے قرب و جوار میں لوگ دواخانے کھولتے تھے۔ جو اچھی آمدنی کا ذریعہ ہوتے تھے۔ ان حکیم صاحب کے مطب کے باہر بھی ایسا ہی ایک دواخانہ تھا۔

ایک مدت تک حکیم صاحب کے نسخے باندھنے کے بعد اس دواخانہ کے مالک نے (اللہ ان کی مغفرت کرے) کچھ ایسے طریقے اختیار کئے جن کے نتیجے میں ناخواندہ قسم کے مریض حکیم صاحب کے ساتھ اعتقاد کھو کر ان عطّار صاحب

کو زیادہ بڑا حکیم سمجھنے لگے اور اس طرح جب اچھی خاصی زمین بن گئی تو وہ صاحب اب عطار کی بجائے حکیم اور طبیب کر نسخے لکھنے لگے۔ اور پرانے مطب کے مقابلے پر اسی دوا خانے میں ایک نیا مطب کھل گیا۔

یہ کام یقیناً بہت نازیبا تھا مگر ان صاحب نے جب یہ کام کیا تو پھر اس کے تمام آداب و لوازم بھی اپنا کی کوشش کی۔ لباس اور حلیہ دھیرے دھیرے بدل کر طبیبوں والا رنگ اپنایا۔ بات چیت اور نشست برخاست کا انداز بدل گیا۔ چلنے پھرنے کی شان جدا ہو گئی۔ غرض خاندانی طبیبوں کے سے طور طریقے اپنے امکان انہوں نے اپنائے۔ اور مجھے جب پندرہ بیس سال کے بعد ان کو پہلی مرتبہ ان کے نئے رنگ میں دیکھنے کا اتفاق ہو یہ اس لئے کہ وہ شہر بچپن کے بعد چھوٹ گیا تھا۔ تو وہ رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے سچ مچ ایک "حکیم صاحب" تھے سابق "عطار" نہیں تھے۔

۳۔ یہ ایک تمہیدی قصہ تھا۔ اس کے بعد گذارش ہے کہ اگر آپ اپنے کو ایک سچے نبی کا جانشین سمجھتے ہیں تو کہنا ہی کیا۔ لیکن اگر ایسا نہیں اور آپ خود بھی اس نبوت کو ایک بناوٹی نبوت ہی سمجھتے ہیں تب بھی اس اونچے نام کا کچھ لحاظ اور کچھ رکھ رکھاؤ چاہیئے۔ یہ مباہلہ کا چیلنج جو آپ دنیا بھر میں مشتہر کر رہے ہیں۔ گھر گھر پتہ نکال کر بھیج رہے ہیں۔ اس کی حقیقت اس وقت ایک گھٹیا ہتھکنڈہ کے سوا کیا رہ جاتی ہے جب پتہ ہے کہ آپ کو مباہلہ کرنا نہیں تھا۔ بلکہ چیلنج کا شور کر کے اس ذہنی دباؤ سے اپنی جماعت کو نکالنا تھا جس میں شاید و محاذ ختم نبوت کی پیہم یورش اور یلغار سے مبتلا ہو گئی تھی۔ کسی ایسے ہتھکنڈے ایک "جماعت عالمگیر" کے اما اور ایک مدعی نبوت کے جانشین کے لئے مناسب ہیں؟

آپ جن کو مباہلہ کا چیلنج دے رہے ہیں ان کے بارے میں اس کے سوا کسی دوسرے خیال کی گنجائش نہیں سکتی تھی کہ یہ لوگ مباہلہ کا مفہوم صرف وہ سمجھیں گے جو قرآن پاک کی آیت قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (۳: ۶۱) سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ آیت مباہلہ ہی کہلاتی ہے۔ کسی بھی معقول آدمی کے لئے شرمناک ہے کہ وہ اس آیت کے مفہوم میں ایسی کٹ حجتی کرے جیسی آپ اور آپ کی جماعت کے لوگ کر رہے ہیں۔ یہ آیت بالکل واضح طور پر ایک جگہ جمع ہونے کا تصور دیتی ہے کہ:۔ "آؤ ہم اور تم اپنے اپنے بچوں کو بلائیں۔ اپنی اپنی عورتوں کو بلائیں اور خود اپنے آپ سے آئیں اور پھر گڑگڑا کر دعا کریں اور لعنت ڈلوائیں اللہ کی اس پر جو جھوٹا ہو۔"

اور پھر اس میں جو چیلنج کا آہنگ ہے وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ یہ کام علی رؤس الاشہاد ہو۔ ایک دنیا دیکھے اور گواہ بنے۔

آپ نے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو چیلنج دیا ہے۔ اس لئے آپ ہر ایک کے گھر نہیں پہنچ سکتے۔ یا کوئی مکہ

مدینہ ہ قیام تجویز کرتا ہے۔ اور وہاں آپ کا داخلہ بند ہے۔ یا کوئی ربوہ ہوتا ہے جہاں جانے میں آپ کو کچھ پریشانی ہے تو کوئی بات نہیں۔ آپ اپنے مکفّرین و مکذّبین کے نمائندوں کے ساتھ کسی ایک ایسی جگہ پر تو جمع ہو سکتے ہیں۔ جو دونوں فریقوں کے لیے یکساں ہو۔ تو کم از کم اس پر تو رضا مندی کا اظہار آپ نے فرمایا ہوتا۔ ایسا نہ کر کے سچ مچ کے مباہلہ سے گریز کی راہیں نکالنا، اس میں آپ اس وقت تو کچھ حقدار سمجھے جا سکتے تھے جب مباہلہ کا چیلنج کوئی دوسرا آپ کو دیتا لیکن خود چیلنج دینا اور پھر ہاتھ نہ آنے کی کوشش کرنا ایسی گھٹیا بات ہے جس پر اصلی ہی نہیں نقلی نبوت کے خلیفہ کو بھی شرمانا ہی چاہیئے۔

لیکن نہیں! میں آپ کے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں۔ نبوت کا منصب عالی وہ چیز نہیں کہ اس کے ساتھ بناوٹ کا کھیل کرنے والوں میں شرم وحیا نام کی کوئی چیز باقی رہ جائے۔ چنانچہ قرآن و حدیث کے اندر آخری درجہ کی شرمناک تاویلوں پر تو آپ کے گھر کے کارخانۂ نبوت کا انحصار ہی ہے۔ اور ان تاویلوں کے مقابلے میں تو یہ مباہلہ والی "تاویل" کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ تاویلات پر آپ کی عادت کیسی پختہ ہو گئی ہے۔ اس کا اندازہ خود اسی مباہلہ کے قصّے سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ عادت اگر آپ حضرات کے مزاج میں رچ بس نہ گئی ہوتی تو بجائے مباہلہ کے جھگڑا کرنے کے ایک سیدھی اور باعزت بات آپ کے بچاؤ کے لئے یہ تھی کہ آپ فرماتے :-

"میں نے مباہلہ کا لفظ ضرور لکھا ہے مگر کس ضمن میں لکھا ہے؟ اس کے لئے میرے چیلنج کے آخری صفحہ کو دیکھ لو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میں آمنے سامنے کے مباہلہ کا چیلنج نہیں دے رہا ہوں۔ بلکہ اپنے اپنے گھر بیٹھ کر مباہلہ والی دعا کا چیلنج دے رہا ہوں۔"

آپ اگر ایسا کہتے تو بالکل سچے ہوتے۔ یہ الگ بات ہے کہ پھر اسے لوگ مباہلاتی چیلنج کے بجائے ایک پروپیگنڈہ اسٹنٹ کہتے۔ مگر اس بیان میں آپ کو کوئی جھوٹا یا یا وہ گو نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر اللہ معاف کرے آپ حضرات کو خواہ مخواہ کے جھوٹ، "تاویل" اور جعل سازی کی ایسی خاندانی عادت ہو گئی ہے کہ بے ضرورت بھی ادھر ہی کو چل پڑتے ہیں۔

بہرحال آپ کا شو خوب رہا اور اس کی بدولت آپ کامیاب ہو گئے۔ کہ آپ کا چہرہ اور آپ کی باتیں بھی مسلمان پبلک کے سامنے آ سکیں جس کا موقع بہت دن سے آپ کو نہیں مل رہا تھا۔ لوگ سچ مچ کا مباہلہ سمجھ کر لبیک کہہ اٹھے اور آپ کا کام بن گیا۔

کاش! اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ دے کہ آپ اپنی صلاحتیں کیسے گھاٹے کے داؤ پر لگا رہے ہیں۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ،
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
مرد و زن دونوں کے ملبوسات کیلئے موزوں۔ حسین کے پارچہ جات شہر کی ہر بڑی دکان پر دستیاب ہیں۔
حسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سہراب

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- انڈونیشیا کو عیسائی بنانے کی سازش ــــ صدیقی ٹرسٹ کراچی
- الحق کے مضامین اور قارئین کے تاثرات ــــ قاضی منظور الحق، حافظ احتشام الحق
- مطبوعات مؤتمر المصنفین ــــ جناب نعیم صدیقی / عابد ودود (انگلینڈ)

انڈونیشیا کو عیسائی بنانے کی سازش دوبئی متحدہ عرب امارات کے عربی ماہنامہ "الاصلاح" نے اپنے حالیہ شمارہ میں انڈونیشیا میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں پر ایک نہایت حیرت انگیز اور چونکا دینے والی رپورٹ شائع کی ہے جس میں عالمی حلقوں کی جانب سے پورے انڈونیشیا کو جو آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے، عیسائی بنانے کی سازشوں کا انکشاف کیا گیا ہے۔ "الاصلاح" نے اعداد وشمار کے ذریعہ انڈونیشیا کی آبادی کو عیسائی بنانے کی مہم (کے اخراجات) کی جو تفصیلات فراہم کی ہیں وہ ایک ہوشمند مسلمان کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی ہیں۔

انڈونیشیا میں ۱۲۳۱۹ چرچ اور عیسائی مشنریاں ہیں، ان میں ۷۵۲۷ پادری اور ۲۰۸۹۷ ہمہ وقتی اور جز وقتی عیسائی مبلغین سرگرم عمل ہیں۔ ان کے تفصیلی اعداد وشمار یہ ہیں:۔

(الف) پروٹسٹنٹ گرجا گھر ــــ ۹۸۱۹

پروٹسٹنٹ پادری ــــ ۳۸۹۸

ہمہ وقتی عیسائی مبلغین ــــ ۸۵۰۴

جز وقتی رضاکار عیسائی مبلغین ــــ ۷۰۰۰

(ب) کیتھولک گرجا گھر ــــ ۲۵۰۰

کیتھولک پادری ــــ ۲۶۳۰

کیتھولک عیسائی مبلغین ــــ ۵۲۹۳

ان پروٹسٹنٹ اور کیتھولک گرجا گھروں کے علاوہ انڈونیشیا میں دوسری عیسائی مشنری تنظیموں اور انجمنوں کی ایک کثیر تعداد ہے، ان میں سے بیس امریکی اور چالیس یورپی ممالک سے تعلق رکھنے والی عیسائی تنظیمیں، ویٹیکن عالمی کونسل برائے چرچ اور امریکہ کے مرکزی محکمہ سراغرسانی کی تائید وامداد سے اس مسلم ملک کو عیسائی بنانے میں لگی ہوئی ہیں ان عیسائی تنظیموں کی سرگرمیوں کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسکول، یتیم خانے، پناہ گزین کیمپ، ہسپتال، دواخانے، پیشہ ورانہ تربیتی مراکز اور غریبوں کے لیے امدادی قرضوں کی اسکیموں کے ذریعہ انسانی ہمدردی اور انسانیت نوازی کا دعویٰ کرتی ہیں، لیکن ان سرگرمیوں کے دوررس نتائج ان کے حقیقی عزائم کے آئینہ دار ہیں، ان کا

اصل مقصد ان عیسائی آبادیوں کو عیسائی بنانا ہے جو انڈونیشی حکومت کے ترقیاتی منصوبوں کے دائرے سے دُور واقع ہونے کی وجہ سے پسماندگی، ناخواندگی، غربت اور بیماری کا شکار ہیں۔ یہ عیسائی تنظیمیں اور ادارے اپنے عزائم اور مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے مختلف ذرائع اختیار کرتی ہیں۔

- حکومت کی طرف داری اور پنچ شیلا کے اصولوں کی تائید و حمایت۔
- حکومت اور فوج کے بارسوخ اور اہم عہدوں پر عیسائیوں کی تقرری کے لیے کوششیں۔ (عیسائی جنرل مورڈائی عرصہ تک فوج کا سربراہ رہنے کے بعد اب وزیر دفاع ہے)
- عیسائیوں، لامذہب اور مغربی نظام تعلیم و تربیت کے حامی مسلمانوں کی اہم مناصب پر تقرری کے ذریعہ یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کو اپنے زیر اثر کرنا۔
- نشر و اشاعت کے اداروں کا قیام اور کثیر الاشاعت جرائد و اخبارات جاری کر کے رائے عامہ کو سرکاری منصوبوں کی تائید و حمایت پر آمادہ کرنا اور اسلامی تحریک کے کارکنوں کو بے دست و پا کر کے اسلامی دعوت و تبلیغ کے کاموں میں رخنہ ڈالنا۔

انڈونیشی حکومت نے ترقیاتی اور صنعتی منصوبوں کے لیے مختلف جزیروں میں آبادی کی نقل مکانی کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر عیسائی مذہب کی تبلیغ کی مہم تیز تر کر دی گئی ہے۔ نئی مسلم کالونیوں تک میں سماجی بہبود کے کام کے بہانے سے گرجا گھر تعمیر کیے جا رہے ہیں اور اسکول، ہسپتال اور کلینک قائم کیے جا رہے ہیں۔

- آمد و رفت کی سہولتیں فراہم کرنے کے بہانے انڈونیشیا کے مختلف حصوں کو ملانے کے لیے ہوائی سروس کا ایک وسیع جال بچھا دیا گیا ہے۔

خیال رہے کہ انڈونیشیا کے تیرہ ہزار چھ سو جزیروں کو باہم مربوط کرنے کے لیے ان عیسائی تنظیموں نے تیس ہوائی اڈے تعمیر کیے ہیں اور ان کے پاس مختلف ساخت کے ۵۰ ہوائی جہاز ہیں۔

انڈونیشیا میں عیسائی مبلغین کی مذکورہ سرگرمیوں سے وہ نہایت اہم حقیقتیں عیاں ہوتی ہیں جن کا گہرائی سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ پہلی حقیقت یہ ہے کہ عیسائی ادارے انڈونیشیا کو عیسائی بنانے کا خواب پورا کرنے کے لیے ہر طریقہ اور ہر ذریعہ سے کام لے رہے ہیں۔ ان کے خوابوں کی تکمیل کی رفتار بظاہر اگرچہ سست ہے تاہم وہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک کو ایک لادینی مملکت دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں۔ امریکی تنظیم "کرسچین لٹریچر کروسیڈ" کے مجلہ (FLOO TIDE) نے حال ہی میں لکھا ہے کہ "انڈونیشیا واحد مسلم ملک ہے جہاں معتدبہ تعداد میں مسلمان عیسائیت کی طرف راغب ہوئے ہیں"

دوسری حقیقت یہ ہے کہ اس مسلمان ملک میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیاں جس بڑے پیمانہ پر جاری ہیں ان سے دشمن

ہے جو امدادی کاموں میں حصہ لے سکتے ہیں میدانِ عمل سے کتنے دور ہیں۔ انڈونیشیا میں عیسائیت کا سیلاب
لنے کے لیے اعلیٰ معیار کی منصوبہ بندی، تنظیمی اور عملی جدوجہد کے ساتھ بے لوثی اور قربانی کا جذبہ ہونا ضروری ہے۔
یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ عالمی کونسل برائے چرچ کے نمائندے انڈونیشیا میں عیسائیت کی تبلیغ کی منصوبہ بندی
اس پر عملدرآمد کراتے ہیں۔ عیسائی تنظیمیں عالمی سطح پر عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ایک ہزار ملین ڈالر کے اپنے سالانہ
بٹ میں سے ۱۰۰ ملین ڈالر صرف انڈونیشیا میں خرچ کرتی ہیں۔ (صدیقی ٹرسٹ کراچی)

الحق" کے مضامین اور قارئین کے تاثرات

(۱) تازہ شمارہ "الحق" مارچ ۱۹۸۹ء میں مولانا عبدالقیوم حقانی کی تحریر
"آغا خان کو آغا خانی ریاست بنانے کا خطرناک منصوبہ" اور "سر آغا خان کی ایک شام طرب وعیش" قابلِ دید مضامین ہیں
ان کو شائع کرکے آپ نے علماءِ حق کے کردار میں اضافہ کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ واجرکم علی اللہ
اس وقت علماء کرام اور سیاسی رہنما اس مسئلہ کی اہمیت سمجھ لیں تو امت کو بہت سے خطرات سے محفوظ کیا
جا سکتا ہے۔ ان کے عقائد تو واضح ہیں کہ اسلام سے ان (آغا خانیوں) کا تعلق دور کا بھی نہیں ہے۔
قارئین کی خدمت میں اقبال مرحوم کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں تاکہ جدید تعلیمیافتہ حضرات بھی مستفید
ہو سکیں اور حقیقت سمجھ سکیں۔ "کلیاتِ اقبال اردو ص ۲۹۰" میں فرماتے ہیں ؎

شام کی سرحد سے رخصت ہے وہ رندِ لم یزل — رکھ کے میخانے کے سارے قاعدے بالائے طاق
یہ اگر سچ ہے تو ہے کس درجہ عبرت کا مقام — رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رواق
حضرتِ کرزن کو اب فکرِ مداوا ہے ضرور — حکم برداری کے معدے میں ہے دردِ لایطاق
وفد ہندوستان سے کرتے ہیں سر آغا خان طلب
کیا یہ چورن ہے پئے ہضمِ فلسطین و عراق ؟

فقط والسلام، قاضی منظور الحق الکوثری منڈی بہاؤالدین

(۲) جنابِ والا! یہ حقیقت ہے صدقِ دل سے کہتا ہوں کہ الحق کے مضامین اور ادارتی تحریریں پڑھ کر بہت
خوشی ہوتی ہے، اور شبلی نعمانی کے یہ اشعار زبان پر جاری ہو جاتے ہیں ؎

موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ — جو کہتے تھے آج کر دکھاؤ
کر دو جو گذشتہ کی تلافی — ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی
گو دورِ فلک ہوا دگرگوں — پھر بھی تو رگوں میں ہے وہی خوں
اسلاف کے وہ اثر ہیں اب بھی — اس راکھ میں کچھ شرر ہیں اب بھی
اس حال میں بھی وہ جوش وہی ہے — دن ڈھل بھی گیا تپش وہی ہے

اس جام میں ہے شراب باقی — اب تک ہے گہر میں آب باقی
گو خوار ہیں طرز و خو وہی ہے — مرجھا گئے پھول بُو وہی ہے

(احتشام الحق ، ٹانک)

مطبوعات مؤتمر المصنفین اور قارئین (۱) آپ کی کتاب (کاروانِ آخرت) ملی، اپنی خوبصورتی، شگفتگی اور انوکھے پن کی حیثیت سے اپنی جگہ یہ ایک خوبصورت اور دلکش کتاب ہے۔ آپ اور مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اس دورِ ناسپاس میں ایسی خوبصورت کتاب کم ملتی ہے، یہ آپ لوگوں کی جوانمردی اور حوصلہ ہے ورنہ آجکل ادب اور اشاعتوں کی لاگت بے حد زیادہ ہے۔ حالات بھی بے ہنگم اور مصروفیات بھی بے پناہ۔ (حافظ محمد ابراہیم فانی کے نام مکتوب سے اقتباس) — عابد ودود ، انگلینڈ

(۲) مؤتمر المصنفین کی تازہ اشاعت "ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال"، موصول ہوئی، شکریہ کہ آپ نے اس قابل سمجھا کہ میں اس کا مطالعہ کروں۔

جہاں تک آپ کی، آپ کے ادارہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور اور مولانا سمیع الحق صاحب کی علمی و دینی خدمات کا تعلق ہے اور اکوڑہ خٹک کے علمی مرکز اور مجلہ "الحق" کی طرف سے اقامتِ دین اور بہبودِ ملت کی کوششوں کا معاملہ ہے، راقم الحروف مدت سے اس سارے سلسلے کا معترف اور خیر خواہ رہا ہے، اس پہلو سے آپ کی طرف سے تاکیدِ مزید کا ہونا مزید سرمایۂ سعادت ہے۔

میں نے دو چار مقامات نکال کر جلد جلد دیکھے (وہ جو ہنڈیا کا پہلا ذائقہ چکھنے کی کوشش ہوتی ہے) بہت متاثر ہوا۔ موضوع اچھا اور مواد جمع کرنے کا کمال — تبصرہ کیا تعارف اور سطورِ اعتراف ضرور لکھوں گا۔ بالکل آپ کا حقِ ترجیح ملحوظ ہے۔

جناب نعیم صدیقی مدیر ماہنامہ "ترجمان القرآن"، منصورہ، لاہور

اعتذار

قارئین کو گذشتہ ماہ سے پرچہ کے معمول میں تاخیر کی وجہ سے انتظار کی جو زحمت اٹھانا پڑی اس کی وجہ یہ تھی کہ مدیر "الحق" جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، معاون مدیر مولانا عبدالقیوم حقانی اور ناظم جناب شفیق فاروقی صاحب سفرِ عمرہ پر چلے گئے تھے، واپس ہوئے تو کاتب کی علالت اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے پرچہ کی پریس میں طباعت میں تاخیر ہوتی رہی جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے

محفوظ ، قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
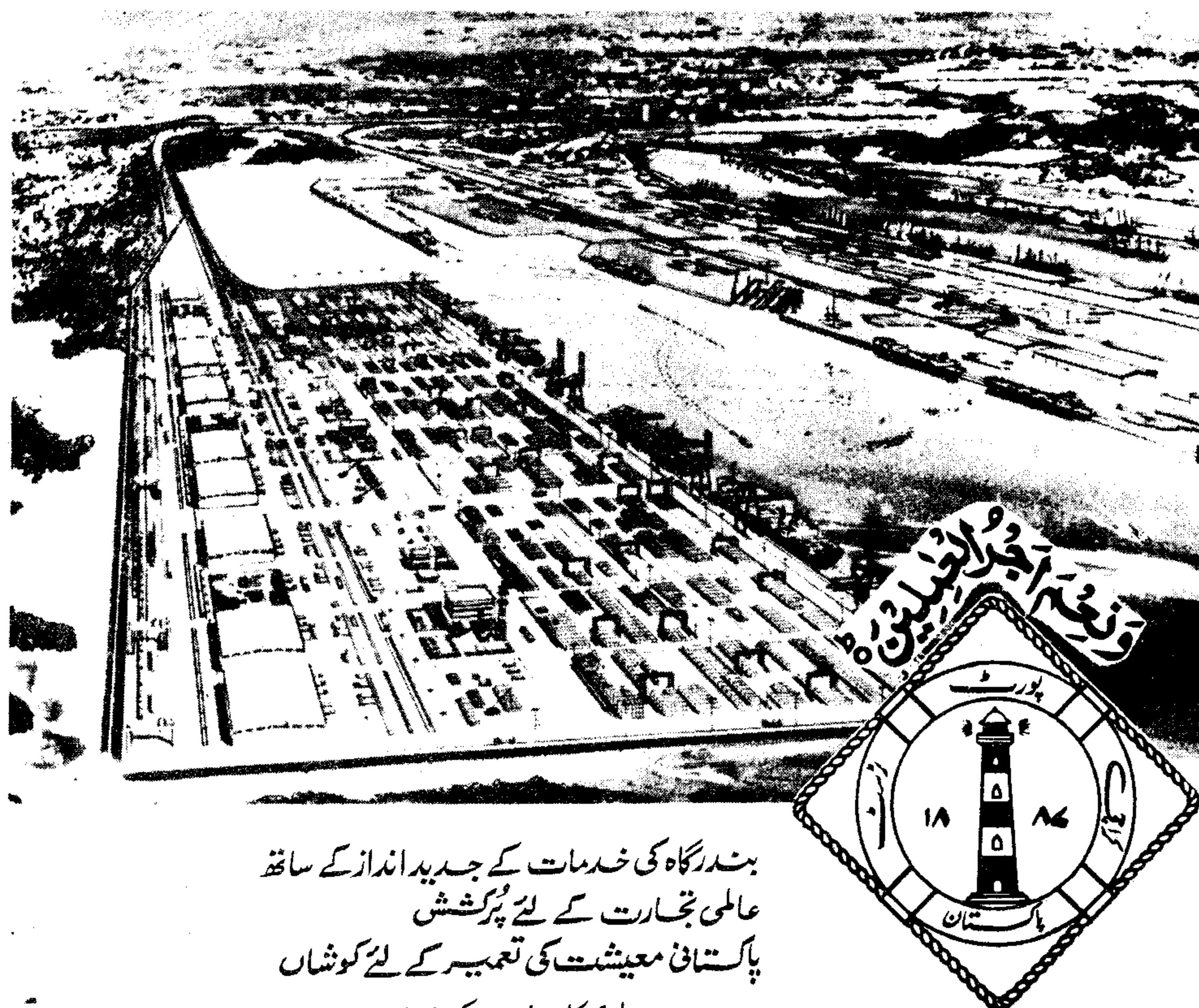
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT · 4 / 88. PID · Islamabad

PARAGON/A

قاری رشید احمد شاکر جامعہ عثمانیہ پشاور

ایک نوحہ بفراق حضرت شیخ الحدیثؒ

کس کے غم میں آسماں بھی رو رہا ہے زار زار
یہ زمیں زار و زبوں اور یہ فضا ہے سوگوار

جس کو دیکھو اس فراق و درد و غم میں مبتلا
جس کو دیکھو نالہ زن ہے اشک ریز و اشکبار

بے بسی کا آہ یہ عالم ہے میرے ہم نشیں
اپنے بس میں ہیں نہ آنسو اور نہ دل پر اختیار

طالبانِ دین و دانش رو رہے ہیں چار سو
وائے حسرت شیخؒ کی رحلت پہ ہیں یوں بیقرار

آج اس باغِ جہاں کی ہر کلی بے کیف ہے
جس کے غنچوں پر بھی ہوتا تھا گمانِ لالہ زار

اس کی فرقت سے سراپا غم کدہ گلشن بنا
کھوئے کھوئے ہیں شگوفے سونے سونے برگ و بار

آج شاکر وہ محدثؒ بے بدل رخصت ہوا
جس کی فرقت پر ہے یہ سارا جہاں ماتم گسار

جناب عبدالرحیم صابر، چیف ایڈیٹر ہفت روزہ "مخلص"

وفات حسرت آیات شمس العلماء محدث اعظم حضرت مولانا عبدالحق صاحب
محدث و مہتمم دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

ہر کہ شنید انا للہ وانا الیہ راجعون گفت و نالہ بگیرد آہ آہ
۱۹۸۸ء

قطعۂ تاریخ

آج ایسا شخص زیرِ آسماں جاتا رہا
علم کے ماحول کا اک رازداں جاتا رہا

وہ معلّم وہ مدبّر وہ مفکّر وہ خلیق
آہ صد افسوس اک دم ناگہاں جاتا رہا

جس کے دم سے تھا منوّر سب کا سب دارالعلوم
شیخ عبدالحق امیرِ کارواں جاتا رہا

علم کا ڈنکا بجایا جس نے کہساروں میں تھا
وہ رموزِ علم کا اک پاسباں جاتا رہا

وہ محدث وہ مفسّر وہ فقیہہ بے مثال
حیف ایسا عارف و تدریس خواں جاتا رہا

حق سمیع الحق کو فرمائے عطا صبرِ جمیل
شک نہیں ہے ان کا اک ادعیہ خواں جاتا رہا

سب خلوصِ دل سے فرماو دعائے مغفرت
وہ فصیح الملک وہ معجز بیاں جاتا رہا

کیا کہے صابر تجھے ویرانیٔ باغِ علوم
باغ کا اے شاہد وجب باغباں جاتا رہا
۱۹۸۸ء

(ادارہ)
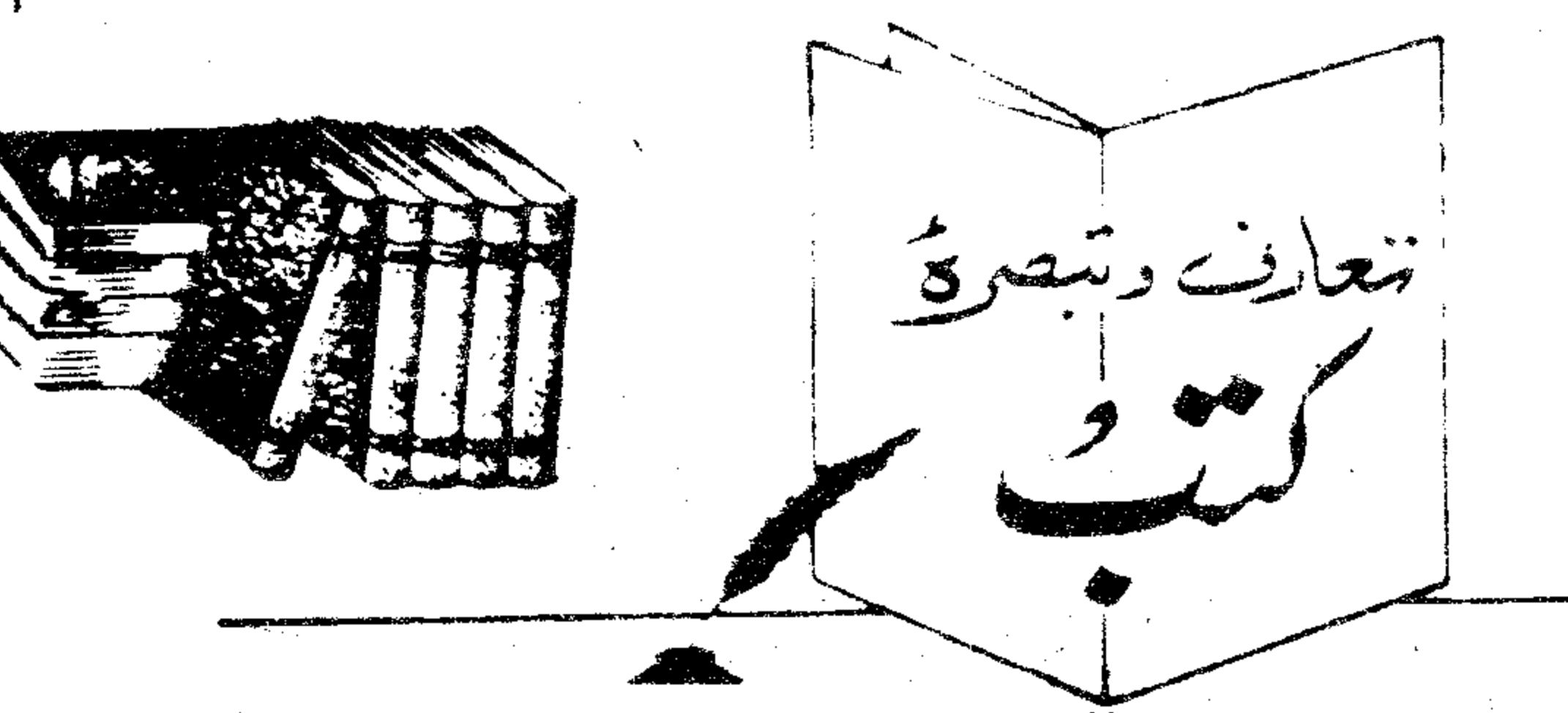
سیرت سیدنا عمر بن خطابؓ و اصلاحات سیدنا عمر فاروق اعظمؓ | شائع کردہ۔ مکتبہ الفاروق سلطانپورہ روڈ۔ لاہور ۳۹۔ صفحات ۸۰۔ قیمت ۵ روپے

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد رسول ہیں۔ آپ کی سیرت مبارکہ پر حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ نے ایک طویل مضمون تحریر کیا تھا۔ اور اسی طرح آپ کے اصلاحات بعنوان اصلاحات سیدنا عمر فاروق اعظمؓ پر مولانا محمد حسین انصاری نے ہفت روزہ دعوت کے لیے بالاقساط یہ مقالہ لکھا تھا۔ ان دونوں مضامین کو مکتبہ الفاروق نے یکجا کر کے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کئے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں انتہائی معلومات افزا مواد اس میں لکھا گیا ہے۔ جو کہ آپ کی سیرت اور اصلاحات پر ایک جامع رسالہ ہے۔

انوارِ سخن | مصنفہ حافظ نور محمد انور۔ ناشر۔ مکتبہ الفاروق۔ سلطانپورہ روڈ۔ لاہور ۳۹۔ صفحات ۲۴۴۔ قیمت ۱۸ روپے

ملکۂ شعر انسانی جذبات و احساسات اور اندرونی کیفیات کے اظہار کا ایک لطیف پیرایہ ہے۔ گو کہ کیفیات اور جذبات کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ لیکن پھر بھی اس کی کچھ نہ کچھ ترجمانی شعر کے ذریعہ ہوتی ہے۔ حافظ نور محمد صاحب انورؔ اپنے اسی ذوق کی وجہ سے علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ کافی مدت تک آپ تنظیم اہلسنت کے آرگن "دعوت" میں کام کرتے رہے۔ اور کچھ عرصہ "خدام الدین لاہور" سے بھی منسلک رہے۔ نثر کے ساتھ ساتھ آپ کا منظوم کلام بھی دل و دماغ کو معطر کرتا رہا۔

زیر تبصرہ کتاب "انوارِ سخن" سے پہلے بھی آپ کے اشعار کے کچھ مختصر مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ موجودہ کتاب میں کافی حصہ حمد و نعت اور منقبت اصحاب رسولؐ اور آل نبیؐ کا ہے۔ اور کچھ حصہ مختلف بزرگوں اور اکابر کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی مرثیوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخر میں چند مشاہیر کے خطوط کا اضافہ بھی ہے جس سے کتاب کی افادیت دوبالا ہو گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ شعری اور تاریخی ذوق رکھنے والے حضرات اس سے خوب خوب لطف اندوز ہوں گے۔

(م۔ا۔ف)

مشکوٰۃ الانوار شرح اردو نورالانوار | نام مصنف۔ مولانا اسلام الحق اسعدی سہارنپوری۔ ضخامت پانچ جلدیں۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ۔ میر محمد کتب خانہ۔ آرام باغ کراچی۔

"نورالانوار" درس نظامی کی ایک لازمی اور ضروری کتاب ہے۔ اصول فقہ کے اکثر مسائل پر اشتمال کی وجہ سے اصول فقہ کا ایک فتاویٰ سمجھی جاتی ہے۔ اگرچہ عام فہم طرز بیان کی وجہ سے اہل علم حضرات کتاب کے مطالعہ میں کوئی خاص دشواری محسوس نہیں کرتے لیکن علمی انحطاط کی وجہ سے موجودہ دور میں دوران مطالعہ چند امور کی دشواری محسوس کی جاتی تھی۔ بعض الفاظ اجنبیت کی وجہ سے عبارت مغلق بن جاتی ہے۔ فقہی مواد جہاں بطور تفریع پیش کیا جاتا ہے اس کے سمجھنے کے لئے متعلقہ کتب فن کی طرف مراجعہ ضروری رہتا۔ کیونکہ اختلافی مسئلہ سے پوری واقفیت کے بغیر یہاں پر مسئلہ کا سمجھنا مشکل ہوتا۔ انداز بیان میں طوالت اور بعض جزئیات کی طرف اشارہ کی وجہ سے مضمون کی روانگی اور تسلسل متاثر ہوکر پورے مسئلہ پر احاطہ مشکل رہتا۔ بحمداللہ کہ زیر نظر کتاب مشکوٰۃ الانوار سے یہ تینوں مشکلات دور ہوگئی ہیں۔

مصنف نے "تشریح" کے عنوان میں لغوی اور اصطلاحی تحقیق کرکے معنی مراد کی نشاندہی کی ہے جس سے پہلی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں "فائدہ" کے ضمن میں نکات اور لطائف کے بیان سے عبارت کی پوری حقیقت دیکھنے والے پر کھل جاتی ہے۔

"ترجمہ اور مطلب" کے سرخی قائم کرکے متعلقہ مسئلہ کا خلاصہ سیاق و سباق کا حوالہ، اصل اور فرع کے درمیان مناسبت کے تذکرہ کے علاوہ متعلقہ مسئلہ پر سیر حاصل بیان کی وجہ سے مؤخر الذکر دونوں مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ طالب علم کی رہنمائی اور مدرس کے استفادہ کے لئے انمول شرح ہے۔ (غلام الرحمٰن)

تذکرہ صوفیائے میوات | تالیف۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن میواتی۔ صفحات ۶۷۸۔ قیمت ۷۵ روپے
ناشر۔ مکتبہ مدنیہ ۱۸-اردو بازار۔ لاہور

یہ کتاب میوات میں بسنے والی میو قوم کی ایک ایسی مبسوط و مفصل تاریخ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب کی تالیف کے لئے کم و بیش ایک سو قدیم اور جدید کتب و صحائف کو کھنگالا ہے اور نہ جانے کتنے برس کے شب و روز کی عرق ریزی سے ایک ایسی تاریخ مرتب فرمائی ہے جس کا مطالعہ برصغیر پاکستان اور بھارت میں رہنے والے ہر پڑھے لکھے انسان کے لئے از بس ضروری ہے۔

تبلیغی جماعت جو ایک بین الاقوامی تحریک کی صورت میں از شرق تا غرب و از شمال تا جنوب چلتی پھرتی دکھائی دے رہی ہے اس کی بنیاد کا سہرا بھی میو قوم ہی کے سر ہے۔ ہاں یہ وہ قوم ہے جس کے بارے میں گاندھی جی نے ۱۹۳۰ء میں کہا تھا کہ :-

" اگر ملک میں میو قوم جیسی جرأت و ہمت اور جاں نثاری پیدا ہو جائے تو میں چوبیس گھنٹے میں ملک آزاد کرا لوں "

میو قوم کے بارے میں ایک غیر مسلم سیاسی لیڈر کی یہ شہادت اس قوم کی اعلیٰ صفات اور امتیازی خصوصیات کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔ لیکن افسوس کہ اس قوم کے بارے میں جب خود قوم کی اکثریت ناواقف ہے تو دوسرے لوگوں کا بےخبر ہونا باعث تعجب نہیں۔

جہاں تک کتاب کے نام کا تعلق ہے وہ بظاہر صرف میوات کے صوفیائے کرام کا تذکرہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت پوری قوم کی ایک ناقابل تردید تحقیقی تاریخ ہے۔ اور صوفیائے کرام کا تذکرہ سونے پر سہاگہ ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برصغیر ہند کے بے شمار شہرۂ آفاق صوفیائے کرام کا تعلق علاقہ میوات سے تھا۔

خود حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ کے پیش لفظ سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے جد بزرگوار قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد حسینی گیسو دراز المعروف خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ امیر تیمور کے حملے کے سبب دہلی سے ہجرت کرکے میوات تشریف لے گئے تھے۔

اس کتاب میں میو قوم کا تاریخی پس منظر، قبول اسلام، میوات کے دینی مدارس، خانقاہیں اور عظیم روحانی شخصیتوں کا تذکرہ اس طرح ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کتاب نہایت سلیس اور دلچسپ پیرائے میں لکھی گئی ہے۔

ان معنوی اور باطنی خوبیوں کے ساتھ کتاب ظاہری حسن سے بھی مالا مال ہے۔ عمدہ سفید کاغذ، اعلیٰ کتابت سنہری مضبوط جلد اور کتاب کا سرورق سید نفیس الحسینی کے قلم نفاست رقم کا شاہکار ہے۔ کتاب کی اشاعت و طباعت اور تعارف میں ہمارے مخلص محب مکرم جناب شبیر احمد میواتی کی تحریک و تجویز اور مساعی کا بھرپور دخل ہے باری تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے کہ امت کے سامنے ایک نادر تاریخی تحفہ پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

عبدالقیوم حقانی

بقیہ صفحہ :- اولاد کی تربیت

یہ سنتے ہی اس کی ایک چیخ نکلی اور وہ پہلے سے زیادہ گریہ و زاری کرنے لگا۔ آپ اپنے کام سے آگے چلے گئے۔ دوسرے دن صبح جب آپ کا گذر ہوا تو دیکھا بہت لوگ جمع ہیں۔ اور ایک جنازہ رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ جوان رات بھر خوف الٰہی سے روتا رہا اور صبح کو راہی ملک بقا ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت جب کسی کو مقبول بنانا چاہتا ہے تو پھر اسے وہ توبہ کی حالت ہی میں اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ (بستان الاولیاء صفحہ ۱۲۷)